

فیصل آباد
پاکستان

ماہنامہ مِلّیّۃ

﴿ صفر المظفر ۱۴۳۲ھ بمطابق جنوری ۲۰۱۱ء ﴾

www.milliafsd.com

○ کلمۃ الحبيب

چین کی ترقی اور ہماری یادِ اگوئی
ابنہیں حبیب الرحمن لدھیانوی

○ قاضی شریح
ڈاکٹر خورشید احمد فارق، دہلی

○ جہت قبلہ کی تعیین کا حکم!
برطانیہ سے ایک خط اور اس کا جواب

○ صرف ایک اعلان ہی کافی ہے
اور یا مقبول جان

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابنہیں مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی
خلیفہ مجاز حضرت سید نقیس الحسنی رحمہ اللہ

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَللّٰہی کس سے بیان ہو سکے شہناہس کی

کہ جس یہ الیہ تری ذات خاص کا ہویا

جو اُسے نہ بنانا تو سالکِ عالم کو

فصیحتی نہ دولتِ خود کی رہنا

کہاں و متشبہ کہاں عقلِ ناسا اپنی

کہاں و نورِ حُجّت اور کہاں یہ دُور

چرخِ عقل سے گلِ اس کے نور کے آگے

زباں کا منہ نہیں جو پنج میں گھس گھسنا

اقتباس قصیدہ قاسمی لغتِ نفیس ۱۴۰۱ھ

فہرست مضامین

○ کلمۃ الحبیب

2 چین کی ترقی اور ہماری یادِ اگوئی

ابنِ جنیب رحمۃ اللہ علیہ

○ تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

9 ابنِ جنیب رحمۃ اللہ علیہ

○ قاضی شریح

17 ڈاکٹر خورشید احمد فارق، دہلی

27 جہت قبلہ کی تعیین کا حکم!

برطانیہ سے ایک خط اور اس کا جواب

32 صرف ایک اعلان ہی کافی ہے اور یا مقبول جان

35 غیبت اور اسکے نقصانات

39 معرفت کے سفر میں (ابتدائی حقائق) بنتِ کلیل

41 کائنات کی تخلیق کے سلسلہ میں فلسفہ قدیم اور سائنسی نظریات کی تردید اور اسلامی نظریہ تخلیق کا اثبات و احقاق (مولانا) حذیفہ دستاوی

47 حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے واقعات

جلد نمبر 7

صفر المظفر ۱۴۳۲ھ

بمطابق

شمارہ نمبر 2

جنوری 2011ء

بیاد

حضرت مولانا انیس الرحمن لدھیانوی
خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری

بفیض

حضرت سید نفیس الحسنی
رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابنِ جنیب رحمۃ اللہ علیہ

فی شمارہ 20 روپے پاکستان میں سالانہ 200 روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 40 امریکی ڈالر

نائب مدیر

جولائی ۱۴۳۱ھ لدھیانوی

مدیر

جولائی ۱۴۳۱ھ لدھیانوی

محلہ خالصہ، کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد

041-8711569

0321-6611910

جامعہ ملیہ اسلامیہ

گاہِ خانہ
مِلّیّہ

رابطہ کے لیے

کلمہ الحبيب

چین کی ترقی اور ہماری یادِ گوئی

ابنِ حبیب الرحمن لدھیانوی

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى

جب بھی چین کی قیادت ہمارے ملک کا دورہ کرتی ہے تو ہمارے ہاں مفکروں، تجزیہ نگاروں، دانشوروں کو ایک دورہ پڑ جاتا ہے۔ وہ دُہائی دینا شروع کر دیتے ہیں کہ چین ہم سے بعد میں آزاد ہوا، اور اب وہ ترقی کی آخری منزلوں کو چھو رہا ہے۔ وہ سوئی سے لے کر ہوائی جہاز بلکہ جنگی جہاز بنا رہا ہے، اُس نے خلاء میں راکٹ چھوڑ رکھے ہیں، دنیا میں اس کی سب سے زیادہ برآمدات ہیں، اس کی فیکٹریاں دنیا کے لئے انسانی ضرورت کے ہر سامان سے لے کر انسان کے سامانِ تعیش تک سب کچھ نہ صرف بنا رہی ہیں بلکہ انتہائی سستے داموں دنیا کی مارکیٹ میں پھینک کر اپنے ملک کے لئے زرمبادلہ سمیٹ رہی ہیں۔ آج دنیا میں زرمبادلہ کے اثاثے سب سے زیادہ چین کے ہیں۔

تمام ترقی پذیر ممالک چین کی مصنوعات کے محتاج ہیں۔ چین کی اس ترقی سے تمام ترقی یافتہ ممالک گھبرائے ہوئے ہیں۔ چین کا مقابلہ کرنے کے باوجود انہی ترقی یافتہ ممالک کی تمام ضروریات چین ہی پوری کرتا ہے۔ امریکہ ہو یا برطانیہ ہو یا یورپ، تمام ممالک میں چین کی مصنوعات سب سے زیادہ فروخت ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ امریکہ، برطانیہ اور یورپ کے جھنڈوں پر بھی میڈان چائنا لکھا ہوا نظر آئے گا۔ گویا کہ چین کی فیکٹریاں دھواں اُگلنے کی بجائے اپنے ملک کے لئے سونا اُگل رہی ہیں۔

اب جب کہ ہمارا ہمسایہ چین ترقی کی رفتار میں ہمیں کئی صدیوں پیچھے چھوڑ گیا ہے تو ہم اپنی تترلی کا سارا نزلہ بے چارے ملاں پر نکالتے ہیں۔ وہ اس لئے کہ ملاں مذہب اسلام کے قانون کے نفاذ کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور ہمارے دانشور مذہب سے بیزار ہیں، ان کے نزدیک ترقی میں سب سے

بڑی رُکاوٹ مذہب ہے۔ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ چین نے مذہب کو خیر آباد کہہ دیا تھا، اس لئے وہ یکسو ہو کر ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو گیا۔

اب ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ چین نے مذہب کو پس پشت ڈال کر کون سے ایسے اصول وضع کئے جن پر چل کر وہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو گیا۔ اور چین کے لیڈروں نے قوم کی کایا پلٹ دی۔ انتہائی عیار مگر دانش مند انگریز نے چینی قوم کو افیون کے نشہ پر لگا دیا تھا۔ انگریز کے سامنے چینی قوم کی بہادری اور اس کی فتوحات تھیں۔ چینی قوم کی اس طاقت کا اندازہ کر کے (جس میں چنگیز خان، ہلاکو خان، اور پھر انہی کی اولاد میں مسلمان ہو جانے والے جو جی خان، ظہیر الدین بابر اور امیر تیمور، اور پھر منگول کے عرف کو بدل کر مغل کہلانے والے ہندوستان پر صدیوں حکمرانی کرنے والے شہنشاہ) انگریز نے باقاعدہ سرکاری خزانہ لٹا کر چینی قوم کو نشہ کی لت میں ڈال دیا۔ انہیں دھوکہ، فریب، مکاری، جھوٹ، ملاوٹ، بے ایمانی، رشوت، ذخیرہ اندوزی، گرانی، قبضہ گیری، دادا گیری، رسہ گیری، نا انصافی، ڈر، خوف، بزدلی، نااہلی، لالچ، ایمان فروشی، ضمیر فروشی، ملک و قوم سے غداری، جیسی علتوں میں ڈال دیا۔

مگر جب انگریز کی بالادستی چین پر سے ختم ہوئی تو انہی چینیوں نے اس راہ کو اپنالیا جس پر چل کر وہ ترقی کی منزل تک پہنچ سکتے تھے۔ وہ خوابوں کے نشے سے ایسے باہر نکلے کہ انہوں نے دنیا کو حیران کر دیا۔ آج چین دنیا کی تیسری بڑی ایٹمی طاقت ہے۔ وہ صرف اس وجہ سے کہ ان کے لیڈر ماؤ زے تنگ اور چو این لائی تھے۔

وہ خود غریب چینیوں کے ساتھ انہی کی طرح کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کے اندر پختگی اور اعتقاد کی اتنی طاقت تھی کہ وہ نہایت تحمل اور بصیرت کے ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن ہو گئے۔ انہوں نے اپنی زندگی کو ایک مثال بنا دیا۔ حال یہ تھا کہ چیئر مین ماؤ زے تنگ کی بہن انقلابی مہم کے دوران بھوک سے تنگ آ کر اپنے بھائی کے پاس چلی گئی کہ شاید وہاں کھانا کھلا ملے گا۔ مگر وہاں یہ دیکھا کہ بھائی کو جو کھانا ملتا تھا اس میں سے بھائی آدھا اپنی بہن کو دیدیتا۔ بہن اس خوش فہمی میں تھی کہ بھائی کے پاس خوشحالی ہوگی۔ یہ حالات دیکھ کر بہن واپس اپنے گاؤں چلی گئی کہ کم از کم گاؤں میں کھانا پیٹ بھر کر تو ملتا ہے۔ چو این لائی کی حالت یہ تھی کہ وہ جب روس کے فرمانروا سٹالن سے ملنے گئے اور اس کی آن بان

دیکھی تو کہا کہ ہم دنوں اپنے اپنے خاندان کے غدار ہیں، آپ موچی کے بیٹے تھے اب بادشاہ کی طرح رہتے ہو، میں ایک امیر کبیر خاندان کا فرد ہوں مگر حکمران ہونے کے باوجود غریبانہ زندگی بسر کر رہا ہوں۔

چین کے چیئر مین ماؤ کے پاس ساری زندگی تین جوڑے کپڑے، دو جوتوں کے جوڑے اور ایک سائیکل تھی۔ اس کے پاس رہنے کے لئے تین مرلے کا مکان تھا۔ ماؤ زے تنگ نے کبھی چین سے باہر قدم نہیں رکھا، اس کا نظریہ تھا کہ میں چین کا لیڈر ہوں میں اپنے ہی ملک میں رہوں گا۔ ماؤ زے تنگ انگریزی کا عالم تھا مگر تمام تر انگریزی دانی کے باوجود اس نے کبھی انگریزی کا لفظ نہیں بولا۔ وہ کہتا تھا کہ میں بتانا چاہتا ہوں کہ چین گونگا نہیں ہے، اس کی ایک زبان ہے، اگر دنیا ہمارے قریب آنا چاہتی ہے، ہمیں سمجھنا چاہتی ہے تو اسے ہماری زبان کو جاننا اور سمجھنا ہوگا۔ اس کے سامنے اگر کبھی کوئی انگریزی کا لطیفہ سنایا جاتا تو وہ انگریزی جاننے کے باوجود انجان بن جاتا، اس لطیفے پر کبھی نہیں ہنستا، ہاں اگر اسی انگریزی لطیفے کا ترجمہ چینی زبان میں کر کے سنایا جاتا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑتا۔

حالانکہ سب جانتے ہیں کہ لطیفے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ آدمی ہنسی پر قابو نہ رکھ سکے، لطیفہ وہ ہی ہوتا ہے جو کہ غم و اندوہ میں روتے ہوئے کو ہنسا دے۔ چاہے وہ کسی بھی زبان میں ہو۔ یہ نظام ماؤ زے تنگ کے دور ہی میں نہیں تھا آج بھی چین کے لوگ اور حکومت اسی کا اپنائے ہوئے ہے۔ ابھی گذشتہ دنوں چین کی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ چینی زبان میں کوئی انگریز حرف نہ گھسیڑا جائے۔ جیسا کہ ہم لوگ اپنی اردو زبان میں آدھی سے زیادہ انگریزی گھسیڑ دیتے ہیں۔

ہم لوگ عورت کی آزادی کی بات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چین میں مرد و عورت دونوں نے اکٹھے مل کر چین کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا۔ ہمارے دانشوروں کا مقصد عورت کو بازاری جنس بنانا ہے۔ جبکہ چین میں انقلاب آنے کے بعد ایسے قوانین نافذ کئے گئے جس کو سن اور پڑھ کر حیرانی ہوتی ہے۔ مثلاً چین میں ہر نشہ کی چیز کو خلاف قانون قرار دیدیا گیا۔ افیون، شراب، نائٹ کلب، ناچ گھر وغیرہ کو ممنوع قرار دیدیا گیا۔ اگرچہ مرد کے ساتھ عورت کو بھی کام میں جھونک دیا گیا مگر مرد و عورت کا آزادانہ اختلاط جرم قرار دیدیا گیا۔

بلکہ کئی واقعات ایسے بھی ملتے ہیں کہ اگر مرد اور عورت کو اکیلے ایک جگہ پر اکٹھا دیکھا لیا جاتا تو ایسی سزا دی جاتی کہ بعض اوقات اس سزا کے خوف سے مرد و عورت پہلے ہی خودکشی کر لیتے تھے۔ چین کے انقلابی حکمرانوں نے اپنی قوم کو فحاشی و عریانی کی لعنت سے اس طرح پاک کر دیا کہ آج ڈھونڈھے سے بھی چین میں کوئی ایڈز کا شکار نہیں ملتا۔

اب آئیے اپنے ملک کے بنانے اور چلانے والوں کے عمل کی طرف! ہمارے ملک کو بنانے والوں کا ہمارے معصوم مسلم عوام نے بھرپور ساتھ دیا، ان کے لئے ماریں کھائیں، گھراؤ جڑے، مال و متاع کی قربانی دی، عزت و ناموس کی قربانی دی، اپنی معصوم بچیاں ہندوؤں اور سکھوں کے حوالے کر کے ہجرت کی۔ یہ سب کچھ ہماری قوم نے اسلام کے نام پر کیا۔ کیونکہ ہمارے بانیان نے دو قومیت کا نعرہ لگایا تھا۔ اور عوام کو یہ بتایا تھا کہ اس ملک میں اسلامی نظام نافذ ہوگا، ہر ایک کو انصاف ملے گا۔ ہر ایک کی نہ صرف عزت بلکہ عزت نفس بھی محفوظ ہوگی۔

مگر اس ملک کو بنانے اور چلانے والوں نے کیا کیا؟۔ یہی کہ اس ملک کے بننے کے بعد اس ملک میں بددیانتی، ناانصافی، دھوکہ، فریب، ظلم، قتل و غارت، بے ایمانی، رشوت، اقربا پروری، بے حیائی، بے غیرتی، بے ضمیری کو فرغ دیا۔ اس ملک میں ناچ گھر، چکلے، شراب خانے، عیش و عشرت کدے، نائٹ کلب کھولے۔

بڑے بڑے محلات بنائے، اپنے ملک کی تمام دولت غیر ملکی بینکوں میں جمع کرائے۔ غیر ممالک میں اپنی جائیدادیں بنائیں۔ اپنے ملک کی زبان چھوڑ کر انگریز کی زبان کو فروغ دیا اور آج بھی ہماری ملک اسی دلدل میں پھنسا ہوا ہے، اور ہم انگریزی زبان کو ہی علمی اور ملک ترقی کا راز سمجھتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا کیونکہ یہ سب لوگ انہی چیزوں کے دلدادہ تھے۔ ان لوگوں نے آزادی کے لئے کوئی قربانی نہیں دی۔ جب بھی تحریک آزادی میں قربانی دینے کا وقت آتا تو یہ لوگ بلوں میں گھس جاتے یا ان میں سے کچھ لوگ لندن بھاگ جاتے، اور وہاں پر اپنے غیر ملکی آقاؤں کے ساتھ بیٹھ کر ناؤ نوش کرتے اور منصوبے بناتے۔ جب ہندوستان آزاد ہونے لگا تو انہوں نے تقسیم کی جنگ لڑی جس میں ان کے اپنے اور انگریز کے مفادات تھے، جس کے نتیجے میں مسلمان تقسیم ہو کر رہ گئے اور مسلمان قوم کمزور ہو کر رہ گئی۔ تو ایسے طرز عمل سے ہمارا ملک ترقی کرنے کی بجائے تترلی کی

طرف گامزن ہو گیا۔

چین نے ایٹمی طاقت بن کر اپنا دفاع اتنا مضبوط کر لیا کہ آج دنیا کی کوئی طاقت اس کی طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتی۔ جبکہ ہمارا حال یہ ہے کہ جب سے ہم ایٹمی طاقت بنے ہیں اس وقت سے ہمارے ملک پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں۔ ہم اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ ہم ایٹمی طاقت ہونے کی بنیاد پر کسی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کی جرأت کر سکیں۔

ہمارے روشن خیال دانش وروں کا نظریہ ہے کہ چین کے انقلابی رہنماؤں نے یہ سب کچھ مذہب کو خیر آباد کہہ کر کے حاصل کیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان چینیوں نے مذہب سے علیحدگی ضرور اختیار کی مگر جو کچھ بھی لیا آسمانی مذہب ہی سے لیا ہے۔ انسان اور انسانیت کی ترقی کے یہ اصول صرف اور صرف اللہ کی طرف سے بھیجے گئے پیغامبروں نے دیئے۔ قرآن نے کہا ہے کہ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ۔ اور جس کا اظہار علامہ اقبال مرحوم نے اپنے شعر میں یوں کیا ہے:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

یہ پیغام قرآن کا تھا جس کو نہ ماننے کے باوجود چینی قوم نے اپنا لیا، اور ترقی کی راہ پر گامزن ہو گئی۔ سچ بولو، پورا تو لو، قتل نہ کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ، یتیم کی دیکھ بھال کرو، پڑوسی کا خیال کرو، غیبت نہ کرو، دھوکہ مت دو، مکاری نہ کرو۔ جھوٹ، بے ایمانی، رشوت، ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ، گرائی، قبضہ گیری، دادا گیری، رسہ گیری، نا انصافی، ڈر، خوف، بزدلی، نا اہلی، لالچ، ایمان فروشی، ضمیر فروشی، عصمت فروشی، زنا، شراب، ملک و قوم سے غداری، نہ کرو تو کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ تاریخ انسانی بتاتی ہے کہ یہ اصول انسان نے وضع نہیں کئے، بلکہ یہ سب کے سب کسی نہ کسی وحی یا الہام کی بدولت ہیں۔ انسان کی جبلت تو فرشتوں نے یہ کہہ کر بتلا دی تھی:

أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيُفْسِدُ الدِّمَاءَ

کیا آپ ایسی مخلوق کو پیدا کر رہے ہیں کہ جو زمین میں فساد اور قتل و غارت کرے گی۔

اللہ نے فرمایا اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سدھارنے کے لئے نبی بھیجے اور ان پر کتابیں اتاریں۔ خصوصاً اللہ کے آخری نبی سید الانبیاء جناب

محمد مصطفیٰ ﷺ نے آ کر اللہ کے ان اصولوں کی نہ صرف تعلیم دی بلکہ ان تکمیل کی، اور ان کے اصحاب نے ان اصولوں کی تعمیل کر کے پوری دنیا کو مسخر کر لیا۔

اللہ کی ان کتابوں اور نبیوں نے نہ صرف اصلاح کا کام کیا بلکہ ان کی حکم عدولی کی سزائیں بھی دنیا میں مقرر کیں۔ سیکولر اور مذہب بے زار لوگوں نے بددیانتی یہ کی کہ تمام سنہری اصول تو مذہب اسلام سے لے لئے مگر اس کے پیغامبروں اور اس کی کتابوں کو ماننے سے انکار کر دیا۔ دنیا کے سامنے مذہب کو گشت و خون کا علم بردار اور نفرت کی دودھاری تلوار بنا کر پیش کر دیا گیا۔ یہ سب اس لئے کیا گیا تاکہ آوارہ اور مادر پدر آزاد معاشرہ ترتیب دے کر نسل انسانی کو جانوروں کی طرح بے نام و نسل قرار دیدیا جائے۔

کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ ان کا باپ کون ہے اور وہ کس خاندان کا چشم و چراغ ہے۔ کیا ہمارے ملک کے دانشور اس ملک میں ایسا نظام حکومت ترتیب دینے کے لئے تیار ہیں جس میں زنا، شراب، یا کسی بھی قسم کا نشہ نہ ہونے پائے۔ مگر ہمارے ملک کا دانشور کبھی اس بات کو قبول نہیں کرے گا، اس لئے کہ اسی بے حیائی اور نشہ کو پھیلانے کے لئے یورپ سے امداد ملتی ہے۔ جس نشہ اور بے حیائی سے چین کو تباہ کیا گیا تھا اسی نشہ اور بے حیائی کو ہمارے دانشور اپنے ملک میں لانے کے لئے نہ صرف بے چین ہیں بلکہ عملاً لائے ہوئے ہیں۔

جتنی مادی ترقی چین نے کی ہے وہ تمام کی تمام حضرات صحابہ کرامؓ کے عمل شدہ طریقے ہیں، ان میں کوئی نیا نہیں ہے۔ حضرات خلفاء اربعہؓ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے کہ کیا چینی رہنماؤں نے انہی اکابر کے نقش قدم پر چل کر کامیابی حاصل نہیں کی؟۔

نیز چین نے جس مذہب سے بے زاری اختیار کی وہ بدھ مذہب ہے، جس میں ترک دنیا، رہبانیت انتہا کو چھوتی ہے۔ اسلام میں رہبانیت منع ہے، اسلام میں جفاکشی اور جد جہد کا درس دیا گیا ہے۔

پاکستان کے دانشورو! آؤ ہم سب مل کر اپنے ان مسلمان اکابر کے نقش قدم پر چل کر اپنے ملک کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن کریں جن کو اپنا کر چین ترقی کر گیا۔

اتحاد و یکجہتی کا شاندار مظاہرہ

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ۲۴ دسمبر اور ۳۱ دسمبر ۲۰۱۰ء کو ہماری مسلمان پاکستانی قوم نے توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کرنے کے خلاف ایسے اتحاد اور احتجاج کا مظاہرہ کیا کہ دنیا انگشت بندھا رہ گئی۔ سول سوسائٹی کے نام پر بننے والی اخلاق باختہ و حیا باختہ اور دین سے بیزار غیر مسلموں کے ٹکڑوں اور ان کے کتوں کے بچے ہوئے رات ب پرپنے والی تنظیموں کے ذمہ داروں کو ایسی منہ کی کھانی پڑی کہ اگر ان میں غیرت ہو تو ڈوب مریں یا اپنے آقاؤں کے پاس بیرون ملک چلے جائیں۔ ان لوگوں کا کام دین کے ہر اس شعار کی مخالفت کرنا ہے جس میں مسلمان کی غیرت اور ایمان کی پختگی شامل ہو۔ بیرون ملک سے آنی والی امداد کو حلال کرنے کے لئے یہ لوگ سب کچھ کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اس سے پہلے اسی سوسائٹی کے ذمہ داروں نے حدود آرڈیننس میں تبدیلی کرائی، اب ان کا پروگرام توہین رسالت کے قانون کو تبدیل کرنا ہے۔ مگر اب ان کی باہر سے آئی ہوئی امداد حرام کر دی گئی، کیونکہ پاکستان کی مسلمان قوم نے اجتماعی طور پر اپنی دینی غیرت کا اس انداز میں مظاہرہ کیا کہ یہ لوگ اس کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ہم نے الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ عوام الناس کے دل سے ایمانی غیرت کا جنازہ نکال دیا ہے۔ مذہبی گروہوں کے اختلافات کو اتنی ہوا دی گئی کہ مذہبی لوگ آپس میں مارنے مرنے پر اتر آئے تھے۔ مگر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس قوم کا عشق اور عقیدہ ختم نبوت ایک ایسا بندھن ہے جو کسی بھی شکل میں توڑا نہیں جاسکتا۔

۲۴ دسمبر ۲۰۱۰ء کا یوم احتجاج اور ۳۱ دسمبر ۲۰۱۰ء کی شتر ڈاؤن ہڑتال نے ثابت کر دیا کہ کوئی مائی کالال رسول اکرم ﷺ کے ماننے والوں کے دلوں سے ان کی محبت ختم نہیں کر سکتا۔ اور کسی کو بھی توہین رسالت کی اجازت نہیں دی سکتی۔

پاکستانی مسلمان قوم کی یکجہتی نے آج وہ دن دکھایا ہے کہ ہر مسلمان کے دل میں ایمانی جوش انگڑائی لینے لگا ہے۔ اسی طرح اگر ہمیشہ یکجہتی کا مظاہرہ کیا جاتا رہا تو وہ دن دور نہیں کہ جب اس ملک میں خالص اسلامی نظام آجائے گا اور ہم لوگ ترقی کی منزلیں عزت و وقار سے حاصل کر لیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہماری راہنمائی فرمائے اور ہمارے اس اتحاد کو قائم و دائم رکھے۔

تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

قسط ۵

ابن حبیب الرحمن لدھیانوی

گزشتہ شمارے میں راقم نے اپنی کتاب ”سب سے پہلا فتوایٰ تکفیر“ کے وہ ابتدائی مضامین شائع کئے تھے جو کہ اکابر نے بطور تقریظ اس کتاب پہلے ایڈیشن پر لکھے تھے۔ اب دوسری قسط میں کتاب کی وجہ تالیف شائع کی جا رہی ہے۔ انشاء اللہ اسندہ اشاعت سے باقاعدہ کتاب قسط وار شائع ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

ترانہ ریز ہوں اس خدائے قدیر کی حمد میں جس نے اس کائنات کو عدم سے وجود بخشا اور درود و سلام اس ذات اقدس ﷺ پر جس پر خدائے قدیر نے نبوت کے سلسلہ کو ختم فرمایا۔

راقم الحروف نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی وہ گھرانہ علمی، دینی، سیاسی، تحریکی ہے۔ برصغیر کے ان چند گئے چنے خاندانوں میں شمار ہوتا ہے جنہوں نے برصغیر میں علوم الہی کو پھیلانے کا کام کیا۔ علم قرآن، علم حدیث، علم فقہ کو تعلیمی اور تحریکی لحاظ سے آگے تک پہنچایا۔ اس کے ساتھ ساتھ غیر ملکی حکومت کو برصغیر سے نکالنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ غیر ملکی حکومت کے داؤ پیچ کو سمجھا اور اس کا سد باب کیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، انگریز کے خلاف فتویٰ فرضیت جہاد کے مرتب کرنے میں پیش پیش رہا۔ سرسید احمد خان کے نیچری فتنہ کے آگے بند باندھا اور پھر مرزا غلام احمد قادیانی کے ابتدائی خدو خال کو پہچان کر اس پر سب سے پہلے کفر کا فتویٰ دیا۔ یہ گھرانہ علمائے لدھیانہ کے نام سے مشہور ہے۔

راقم الحروف کا سلسلہ نسب یوں ہے۔

حبیب الرحمن بن حضرت مولانا انیس الرحمن لدھیانویؒ بن رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ، بن حضرت مولانا محمد زکریا لدھیانویؒ بن حضرت مولانا محمد لدھیانویؒ، بن حضرت

مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ، بن حضرت مولانا محمد وارثؒ بن حضرت خلیفہ جان محمد صاحبؒ۔

وجہ تالیف

راقم الحروف نے جب ہوش سنبھالا تو گھر میں ان تمام باتوں کا چرچا تھا۔ ان تمام موضوعات پر گھر میں اکثر تبصرہ ہوتا۔ خاندان کے اکابر کی یہ تاریخی خدمات اصاغر کو سنائی جاتیں۔ جوں جوں میرا شعور بیدار ہوا تو ان تمام تاریخی کارناموں کو کتابوں میں تلاش کرنے کی کوشش کی، مگر میری یہ سعی نا تمام رہی کیونکہ ان موضوعات پر لکھنے والے اکثر مؤرخین نے نہایت چالاکی کے ساتھ اپنے اپنے مسلک و مشرب کے اکابرین کے نام یہ تمام کارنامے لکھ دیئے۔ عوام الناس تو کیا خواص بھی جو کہ ان موضوعات میں دلچسپی لیتے ہیں وہ بھی اس تاریخی خاندان (علمائے لدھیانہ) کے ان کارناموں سے بے خبر ہو گئے۔ تاریخ کیسے بدلی گئی آپ کے سامنے یہ دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) اہلحدیث طبقہ سے تعلق رکھنے والے قاضی محمد اسلم سیف صاحب فرماتے ہیں۔

”یہ بھی سفید جھوٹ ہے کہ لدھیانہ کے حنفی مولویوں نے سب سے پہلے مرزا غلام احمد پر کفر کا فتویٰ دیا۔ اے بھائی لدھیانہ کے حنفی علماء ایک حنفی مولوی پر کفر کا فتویٰ کس طرح لگا سکتے ہیں۔ مرزا غلام احمد پر کفر کے فتوے کی توفیق واوّلیت بھی اہل حدیث کے فرزند جلیل مولانا محمد حسین بٹالوی کو حاصل ہوئی۔“

(علماء دیوبند اور انگریز صفحہ ۱۴۹)

(۲) اسی طرح بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے جناب عبدالحکیم شرف قادری فرماتے ہیں۔

”پنجاب کے علماء میں سب سے پہلے مرزائے قادیانی کے خلاف آپ (مولانا غلام قادری بھیروی) ہی نے فتویٰ دیا اور اس وقت مرزا کی تردید کی جب کہ اس نے ابھی تک نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔“

(تذکرہ اکابر اہلسنت صفحہ ۳۲۸)

اسی طرح موصوف نے علمائے لدھیانہ کا مشہور زمانہ ”فتاویٰ قادریہ“ لاہور سے اپنے مکتبہ

قادریہ سے شائع کیا تو اس میں حرف آغاز کے عنوان سے لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”مرزا غلام احمد قادیانی نے ابتداً مجدد و مصلح ہونے کا دعویٰ کیا پھر نبوت کا دعویٰ کیا

تو بلا تفریق ہر طبقے نے اسے کافر اور خارج از اسلام قرار دیا، پنجاب کے علماء میں سب سے پہلے اہل سنت کے نامور فاضل حضرت مولانا غلام قادر بھیروی نے مرزا کے خلاف اس وقت فتویٰ دیا جب کہ اس نے ابھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔

اس قسم کی کچھ اور بھی انوکھی تحقیقات سامنے آئیں جس سے ظاہر ہوا کہ تاریخ کے اصل حقائق کو بدلا جا رہا ہے۔

نیز کئی واقعات راقم الحروف کے سامنے ایسے بھی پیش آئے کہ مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے اصحاب نے اپنے مخالف مکتب فکر کو نیچا دکھانے کے لئے ان کے اکابر پر مرزا غلام احمد قادیانی کی حمایت کا الزام لگایا۔ اور مرزا قادیانی کے متعلق ان اکابرین کی وہ عبارات پیش کیں جو کہ ان اکابرین نے مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق اس کی حمایت میں اس وقت لکھیں یا کہیں تھیں جس وقت مرزا قادیانی نے ابھی مسیح موعود یا نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا، کیونکہ مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو ابتداءً ہندوؤں، آریاؤں اور عیسائیوں کی خلاف منظر کی حیثیت سے متعارف کرایا تھا۔ مثلاً اہل حدیث مکتب فکر کے بانی حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم، دارالعلوم دیوبند کے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، اور خانقاہی سلسلہ کے حضرت خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف مرحوم، اسی طرح دوسرے اکابرین کی عبارات۔

حالانکہ انہی اکابرین کے سامنے جب مرزا غلام احمد قادیانی کا دجل، کذب اور کفر کھل کر آ گیا تو انہی حضرات نے اس پر کفر کے فتوے دیئے۔

نیز بعض حضرات نے (مولوی شاہ دین، منشی احمد جان، مولوی عبدالقادر جو کہ لدھیانہ کے رہنے والے تھے اور انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی ابتداء میں بڑی حمایت کی تھی) کو دلیل بنا کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ علمائے لدھیانہ نے تو مرزا قادیانی کی ابتداء میں حمایت کی تھی۔ یہ حضرات اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ شاید یہ تینوں حضرات اسی علمائے لدھیانہ کے خاندان سے ہیں۔ اس غلط فہمی کو دور کرنا بھی ضروری ہے۔ ان تینوں حضرات کا علمائے لدھیانہ کے خاندان (جو کہ حضرت مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ اور ان کے صاحبزادگان حضرت مولانا سیف الرحمنؒ، حضرت مولانا محمد صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالعزیزؒ، حضرت مولانا عبداللہؒ کا ہے) کے ساتھ کسی قسم کا کوئی رشتہ داری کا تعلق نہیں۔

چنانچہ راقم الحروف نے ان تمام حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان حضرات کی اصل عبارات اور پھر مرزا قادیانی کی تردید میں ان حضرات کی خدمات اور فتاویٰ کو اس کتاب میں تفصیلاً ذکر کر دیا۔ اسی طریقہ سے دوسرے حضرات کے ان دعوؤں (جن میں علمائے لدھیانہ کے ”سب سے پہلے فتویٰ تکفیر“ سے انکار کیا گیا ہے) کو بغیر کسی بحث کے تفصیلاً حوالہ جات کے ساتھ پیش کر دیا ہے تاکہ تاریخی ریکارڈ درست ہو جائے۔

ضروری وضاحت

ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ یہ سمجھیں کہ اس کتاب کے چھپنے سے کچھ لوگوں کی توہین کے پہلو نکلتے ہوں، اس لئے میں وضاحت کے ساتھ یہ کہوں گا کہ یہ سوچ غلط ہوگی۔ کیونکہ جن جن حضرات نے چاہے وہ کسی بھی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے ہوں۔ دیوبندی ہوں، اہلحدیث ہوں، بریلوی ہوں، شیعہ ہوں، جن لوگوں نے بھی کسی بھی قسم یا کسی بھی طریقہ سے قادیانیت کا مقابلہ کیا وہ سب لوگ قابل قدر ہیں اس میں کوئی کسی سے پیچھے نہیں۔ اس لیے کوئی یہ نہ سمجھے کہ شاید اس کتاب سے کسی مکتبہ فکر کے اکابر کے کمزور پہلو کو اجاگر کیا جا رہا ہے۔ بلکہ یہاں پر صرف حقائق و واقعات کو ترتیب دیا گیا ہے تاکہ تاریخی سچائی کھل کر سامنے آجائے۔

ایک غلط فہمی اور اس کی وضاحت

ہمارے بعض مخلص حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اکابر علمائے لدھیانہ (حضرت مولانا عبدالقادر، حضرت مولانا سیف الرحمن، حضرت مولانا محمد، حضرت مولانا عبدالعزیز، حضرت مولانا عبداللہ، اسی طریقہ سے دوسرے ہم عصر علمائے لدھیانہ) اکابر علمائے دیوبند کے شاگرد ہیں یا منتسبین میں سے ہیں، یہ محض غلط فہمی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکابر علمائے لدھیانہ، نہ تو اکابر علمائے دیوبند کے شاگرد ہیں اور نہ ہی منتسبین میں سے ہیں۔ بلکہ وہ خود ایک مکتب فکر کی حیثیت رکھتے تھے۔ براہ راست ان حضرات کو سند حدیث ولی اللہی خاندان سے حاصل ہے۔ یہ حضرات علمائے لدھیانہ تعلیم سے فارغ ہو چکے تھے اس وقت تک تو دارالعلوم دیوبند وجود میں ہی نہیں آیا تھا اور نہ ہی ان حضرات کی آپس میں ملاقات ثابت ہے۔ کیونکہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے پہلے ہی یہ حضرات تحصیل علم سے فارغ ہو چکے تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد انگریز کاجبران حضرات پر مسلسل رہا اس لئے بعد میں

ان حضرات کو مستقل ادارہ قائم کرنے میں دشواری آئی، لیکن پھر بھی یہ حضرات اپنی استطاعت کے مطابق دین کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ دارالعلوم دیوبند سے علمائے لدھیانہ کا انتساب یا شاگردی کا تعلق ۱۹۱۲ء کے بعد ہوا ہے جب رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے ہیں۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند کے ساتھ علمائے لدھیانہ کا تعلق مضبوط ہوا اور ہوتا چلا گیا۔ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اکابر علمائے لدھیانہ اور دیوبند کا مسلک ایک ہی تھا اور ہے۔

خاندانی خدمات کا ذکر

ہو سکتا ہے کہ بعض لوگوں کو محسوس ہو کہ اس کتاب میں صرف علمائے لدھیانہ ہی کی خدمات کا ذکر تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے دوسرے اکابرین کی خدمات کا ذکر یا تو بالکل نہیں یا پھر نہ ہونے کے برابر ہے۔

یہ صحیح ہے کیونکہ کتاب کا عنوان ہی بتلاتا ہے کہ یہ علمائے لدھیانہ کی خدمات کے موضوع پر ہے اس کتاب میں صرف انہی حضرات کا ذکر علمائے لدھیانہ کے ساتھ آیا ہے جن کے ساتھ علمائے لدھیانہ یا علمائے لدھیانہ کے ساتھ وہ کسی نہ کسی شکل میں تحریک ختم نبوت میں شریک رہے ہیں۔

اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ قادیانیت کے خلاف علمائے لدھیانہ نے فتویٰ تکفیر کے بعد بطور خاندان نسلًا بعد نسلًا جو خدمات سرانجام دیں ان کو مورخین نے اپنی کتابوں سے ہی حرف غلط کی طرح نکال دیا۔ خصوصاً رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کی وہ خدمات جو کہ انہوں نے قادیانیت کی سرکوبی کے لئے سرانجام دیں ان کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا۔ شاید لکھنے والے اس لئے نہ لکھ سکے کہ ان پر حکومت کی طرف سے کہیں گرفت نہ ہو جائے۔ کیونکہ رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ نے تقسیم ہند کے بعد ہندوستان میں قیام کو ترجیح دی۔ اس لیے کہ رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کا نظریہ تھا کہ جو لوگ پاکستان میں آ چکے ہیں وہ تو ایک مسلمان مملکت میں شاید محفوظ رہیں مگر ہندوستان کا مسلمان ہماری توجہ کا زیادہ مستحق ہے کیونکہ وہ مملکت غیر مسلم ہے۔ ان کی دیکھ بھال پاکستان کے مسلمان سے زیادہ اہم ہے۔

رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کی ملک سے عدم موجودگی کی بناء پر میدان کو خالی سمجھا گیا اور اس خاندان کے جو افراد پاکستان میں منتقل ہو گئے تھے ان کا ذکر بھی تحریک ختم نبوت کی

خدمات کے سلسلہ میں گول کر دیا گیا۔ جس کی بنیاد پر مبلغین و مقررین کے پاس اس سلسلہ میں معلومات بالکل نہیں ہیں۔ چنانچہ ان حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کتاب میں علمائے لدھیانہ کے اس تحریکی کردار کو بھی پیش کیا گیا ہے جو کہ انفرادی یا اجتماعی طور پر کسی نہ کسی شکل میں ادا کیا گیا۔

اظہارِ تشکر

میں ان حضرات کا شکریہ ادا کرنا نہایت ہی ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب میں میری سرپرستی فرمائی۔ خصوصاً ”مرشدی و مولائی حضرت سید انور حسین نفیس شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت مولانا شاہ عبدالقادر، رائے پوری قدس سرہ“ کہ انہوں نے اس کتاب کی ترتیب پر آمادہ کیا۔ کیونکہ حضرت شاہ صاحب ہمارے مدرسہ ”جامعہ ملیہ اسلامیہ“ فیصل آباد میں اکثر تشریف لاتے رہے تو مجلس میں کئی دفعہ علمائے لدھیانہ کی خدمات کا ذکر ہوا جو کہ انہوں نے آزادی برصغیر کے لئے سرانجام دیں۔ نیز مرزا قادیانی کی تکفیر و تردید میں جو علمی کام ہوا اس پر حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ اس کو کتاب کی شکل میں ضرور آنا چاہئے۔ ابتداء میں تو یہ ایک چھوٹا سا پمفلٹ تھا لیکن جب ترتیب شروع کی تو حوالہ جات اکٹھے کرتے کرتے یہ ایک ضخیم کتاب بن گئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے فیض کو ہم پر تادیر سلامت رکھے۔

دوسرے وہ حضرات جنہوں نے اس سلسلہ میں مختلف طریقہ سے مواد اکٹھا کرنے میں مدد دی۔ جن میں مولانا سعید الرحمن انوری جنہوں نے فتاویٰ قادریہ مطالعہ کے لئے دیا اور جناب محمد فاروق قریشی لاہور (مرحوم) جو کہ اے۔ این۔ پی کے مرکزی رہنما تھے۔ انہوں نے مولانا بٹالوی کا رسالہ اشاعت السنہ کو حاصل کرنے میں تعاون کیا۔ مولانا عزیز الرحمن انوری جنہوں نے مولانا محمد صاحب انوری کے متعلق اہم معلومات فراہم کیں۔ علامہ محمد احمد لدھیانوی آف گوجرانوالہ جنہوں نے کئی کتب میں سے حوالہ جات نکال کر دیئے۔ صاحبزادہ طارق محمود صاحب خلف الرشید، مولانا تاج محمود صاحب مرحوم، جنہوں نے مطالعہ کے لئے ہفت روزہ لولاک فیصل آباد کی فائلیں دیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کے ذمہ داران جنہوں نے وقتاً فوقتاً کتابیں اور معلومات فراہم کیں۔ مولانا مجاہد الحسنی مدظلہ جنہوں نے کتاب کی ترتیب کے سلسلہ میں مختلف مشوروں سے نوازا۔ جناب نصیر احمد صاحب شگر پلا

پرنٹرز امین پور بازار فیصل آباد، جنہوں نے کشادہ پیشانی سے اس کتاب کی کمپوزنگ کرنے میں مدد کی اور کئی کتابیں حوالہ کے لئے دیں۔ اس کے علاوہ تمام وہ حضرات جنہوں نے کسی نہ کسی طریقہ سے اس کتاب کی ترتیب میں سرپرستی فرمائی۔ ان سب حضرات کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو اجر تام عطا فرمائے۔

کتاب کی پروف ریڈنگ

اس سلسلہ میں میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ میں اپنے اہل خانہ کا پرزور شکریہ ادا کروں جنہوں نے اس کتاب کو کئی کئی بار پڑھا اس کی غلطیاں لگائیں اور نہایت عرق ریزی سے اس کتاب کی عبارات کو درست کیا۔ ان میں راقم الحروف کی اہلیہ اور بیٹی سرفہرست ہیں جو کہ الحمد للہ دونوں حافظہ اور عالمہ ہیں۔ نیز راقم الحروف کے دو بیٹے حافظ جواد الرحمن اور حافظ حماد الرحمن جو کہ ابھی درس نظامی کی تعلیم مکمل کر رہے ہیں نے بھی اس کتاب کی پروف ریڈنگ میں تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام افراد اہل خانہ کے علم و عمل میں برکت دے۔

کتاب کی پروف ریڈنگ ایک بڑا اہم مسئلہ ہے اس میں ذرا سی غلطی حقائق کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ کتاب چونکہ اردو میں ہے لیکن اس کے بعض حصے عربی و فارسی عبارات سے مزین ہیں اس کی تصحیح بھی دل گردے کا کام ہے۔ اس سلسلہ میں کافی محنت صرف ہوئی بظاہر تو راقم الحروف کا اطمینان ہے لیکن اگر اس کتاب میں کہیں کوئی عبارت میں غلطی نظر آئے تو اس کے متعلق نشان دہی کر دی جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو جائے۔

کتاب کے مآخذ

تاریخی کتاب لکھتے وقت سب سے بڑا مشکل مسئلہ وہ مآخذ ہوتے ہیں جن کو دلیل کے طور پر کتاب میں درج کیا جاتا ہے، اس کے لئے بڑی تگ و دو کرنی پڑتی ہے خصوصاً ایسے حالات میں جبکہ تاریخ کو اپنی مرضی کے مطابق لکھ دیا جائے اور مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ اصل کتابیں نایاب ہو گئی ہوں۔ جیسا کہ تقسیم ہند کے وقت ہوا کہ ہندوستان سے ہجرت کرتے ہوئے لوگ اپنی عزتوں اور جانوں کو بچاتے ہوئے اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے پاکستان پہنچے۔ ایسے ہی علمی ذخائر جو کہ کتابوں کی شکل میں تھے۔ ضائع ہو گئے، صرف وہی تاریخی کتابیں محفوظ رہیں جو کہ بوقت فساد محفوظ کتب خانوں میں پڑی رہیں۔

۱۔ انہی میں ایک کتاب ”فتاویٰ قادریہ“ ہے جو کہ حضرت مولانا محمد لدھیانویؒ نے مرتب کی تھی اسی میں مرزا غلام احمد قادیانی پر فتویٰ کفر کی پوری تفصیل درج ہے یہی ”فتاویٰ قادریہ“ اسی کتاب کا سب سے بڑا مآخذ ہے۔ اگرچہ یہ فتاویٰ قادیہ لاہور سے مکتبہ قادریہ والوں نے شائع کر دیا تھا، مگر اصل کو دیکھنا ضروری تھا، یہ چونکہ نایاب تھا اس کی تلاش میں کافی مشکل پیش آئی تاہم ایک قریبی عزیز سے مل گیا۔

۲۔ دوسرا مآخذ مکتب اہل حدیث کے سرخیل حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کا رسالہ ”اشاعت السنۃ“ ہے جس میں اس وقت کے ابتداء سے لے کر آخر تک تمام حالات درج تھے۔ حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم چونکہ ابتداء میں مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے حامی تھے اور پھر بعد میں مخالف ہو گئے، اس لحاظ سے جو تفصیلات اس رسالہ سے مل سکتی تھیں وہ کسی اور سے نہیں۔ اس لئے اس رسالہ کو اس کتاب کا دوسرا بڑا مآخذ سمجھا جائے۔ یہ رسالہ بھی کافی تگ و دو کے بعد مل گیا۔

۳۔ تیسرا مآخذ مرزا غلام احمد قادیانی کی کچھ کتابیں تھیں جن میں علمائے لدھیانہ کے متعلق کہیں کہیں کچھ نہ کچھ درج تھا۔

۴۔ چوتھا مآخذ کچھ کچھ وہ کتابیں اور پمفلٹ جو کہ تقسیم ہند کے بعد شائع ہوئے۔

۵۔ آخری مآخذ خاندانی روایات ہیں جو کہ ہمارے خاندان میں متواتر ہیں۔ یا ان حضرات کی روایات جو کہ علمائے لدھیانہ سے قریبی تعلق رکھنے والے ہیں ان تمام مآخذ کو سامنے رکھتے ہوئے اس کتاب کو ترتیب دیا گیا ہے۔

آخر میں یہ عرض کر دوں کہ میں کوئی کہنہ مشق لکھنے والا نہیں ہوں، یہ میری پہلی کوشش ہے۔ اس میں ہو سکتا ہے کہ پڑھنے والے کے لئے تحریر کی وہ چاشنی یا ترتیب کا وہ ربط نہ ہو جو کہ ایک بہترین کتاب کا خاصہ ہوتا ہے۔ تاہم حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کتاب کی افادیت ضرور محسوس ہوگی۔ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور نبی آخر الزماں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا ذریعہ بنائے، آمین۔

نوٹ:- انشاء اللہ آئندہ شمارے سے باقاعدہ قسط وار کتاب شائع کی جائے گی۔ قارئین سے التماس ہے کہ حوالہ جات کی شکل میں اگر کوئی کمی یا زیادتی ہو تو اس میں تعاون فرمائیں۔





قسط ۱

قاضی شریح

ڈاکٹر خورشید احمد فارق، دہلی

قاضی شریح نامی تاریخ اسلام میں ایک ایسی شخصیت گذری ہے جو بڑے عرصہ تک مسند قضاء پر متمکن رہی اور جس نے انتہائی سمجھداری کے ساتھ اسلامی اصولوں کے مطابق فیصلے کیے۔ ان کے صحیح فیصلوں پر اُس وقت کے بڑے لوگوں نے بھی اعتراضات اٹھائے، مگر انہوں نے اپنے فیصلوں میں تبدیلی نہیں کی۔ اور آج بھی کچھ طبقے ان پر انگشت نمائی کرتے ہیں، کیونکہ ان کے حالات تاریخ میں بہت کم ملتے ہیں۔ اور اگر ملتے بھی ہیں تو زیادہ تر تنقیدی۔ اسی لئے ان کے متعلق ایک تحقیقی تحریر پیش کی جا رہی ہے۔

قاضی شریح! پہلی صدی ہجری کے ایک نہایت قابل قدر غیر سیاسی شخصیت ہیں۔ ان کی زندگی کے مطالعہ سے جس کے خدو خال! افسوس ہے کہ خوب واضح نہیں ہیں۔ ان کی سچی عظمت و عزت کا دل معترف ہوتا ہے۔ وہ تقریباً ساٹھ سال بقول بعض ساٹھ سال سے زیادہ حج رہے۔ یہ ایک لمبا عرصہ ہے اور پہلی صدی ہجری کے فتنہ پرور نیز تیزی سے بنتے بگڑتے سیاسی حالات میں جن کے دامن سے یہ وابستہ تھے حیرت ناک بھی ہے۔ ان کی عظمت و عزت کا دل اس لئے معترف ہوتا ہے کہ وہ حقیقی طور پر خدا ترس، راستباز اور انصاف پسند انسان تھے۔ خیالی خدا ترسی یا زبانی راستبازی نہیں بلکہ وہ خدا ترسی و راستبازی جس کی پرکھ عمل سے ہوتی ہے ”لَنْبَلُوْكُمْ اَيْكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا“ اور ”اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ“ کی صحیح مصداق ہے۔ وہ خدا ترسی و راستبازی ہی نہیں جو روزہ، نماز، حج و زکوٰۃ تک محدود ہے بلکہ وہ جو زندگی کی ہمہ گیر مصروفیتوں، معاملات، خواہشوں، اور خواہشوں کی تکمیل اور تکمیل کے طریقوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے، یہ صفت ہم کو ان کے اکثر ہم رتبہ اور ہم کیش معاصروں میں صاف نہیں نظر آتی، اور ان کے چاروں طرف جو سیاسی وقبا کی کردار ہیں جن کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ دوڑ ہے ان کی زندگی میں تو اس کے نقوش بہت دھندلے ہیں۔

شرح ۱۸ھ میں قاضی ہوئے اور ۹۷ھ میں غالباً کبرسنی کی بنا پر استعفاء دیا۔ یہ تاریخیں مؤرخ طبری، متوفی ۳۲۰ھ نے دی ہیں۔ ان کی عمر بقول بعض ایک سو اسی سال بقول بعض ایک سو بیس سال اور بقول بعض ایک سو سال تھی۔ قاضی بننے سے پہلے کی زندگی کے جو حالات دریافت ہو سکے ہیں یہ ہیں۔

ان کے باپ ایران سے آ کر یمن میں آباد ہوئے تھے۔ اس مہاجر ت کا شان نزول یہ ہے کہ ملک حبش کے بادشا نے یمن کے بادشاہ سیف بن ذی بزن کے ملک پر قبضہ کر لیا تھا اور ایک لاکھ سے زیادہ فوج تیار کی تھی۔ سیف اتنی بڑی فوج کے مقابلہ سے عاجز تھا وہ ایران کے بادشاہ نوشروان عادل کی خدمت میں حاضر ہوا اور حبشہ کے بادشاہ کے مقابلہ کے لیے مدد مانگی اور حکومت پالنے کے بعد ایران کا باج گزار ہونے کا وعدہ کیا۔ نوشروان ہمدردی سے پیش آیا لیکن وہ اپنی قیمتی فوج کو ایک غیر قیمتی علاقہ کی خاطر سمندری سفر کے ہولناک خطروں میں ڈالنے کے لئے تیار نہ ہو سکا۔ اس کے وزیروں نے مشورہ دیا کہ ملک کے قیدیوں کی ایک فوج بنا کر اس سے مدد کے جائے۔ چنانچہ ایک قابل سپہ سالار کی سرکردگی میں آٹھ سو قیدیوں کی ایک مسلح فوج آٹھ کشتیوں میں یمن بھیجی گئی۔ دو کشتیاں سمندری سفر میں تباہ ہوئیں اور چھ بخیریت ساحل یمن پہنچیں۔ حبشہ کی فوجوں کو شکست ہوئی اور سیف بن ذی بزن ایرانی حکومت کے تحت اپنے باپ دادا کے ملک پر قابض ہوا۔ وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ شرح کے باپ سپاہی کی حیثیت سے آئے تھے یا فوج کے انتظامی یا خدمتی عملہ سے ان کا تعلق تھا۔ اگر سپاہی تھے تو جیسا کہ اوپر بیان ہوا قیدی ہوں گے جن کو حکومت کی طرف سے کسی جرم کی سزا دی گئی ہوگی۔ سیف کا یمن پر قبضہ نوشروان کی حکومت کے ۴۵ سال بعد ہوا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی عمر اس وقت ۵ سال کی تھی۔ مصنف اصابہ نے ایک قول نقل کیا ہے کہ شرح کی عمر قاضی ہونے کے وقت چالیس برس کی تھی۔ اس اعتبار سے ہجرت کے وقت ان کی عمر بائیس برس کی ہوگی۔ یہ کب اور کس طرح مسلمان ہوئے، اس سوال کا یقینی جواب نہیں دیا جاسکتا۔ ایک رائے یہ ہے کہ وہ معاذ بن جیل (متوفی ۱۸ھ) کی صحبت سے مستفید ہوئے تھے جن کو رسول اللہ ﷺ نے یمن کے ضلع جند کا قاضی مقرر کیا تھا۔ اس مسئلہ میں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا یا نہیں دو رائیں ہیں۔ ایک یہ کہ نہ دیکھا اور نہ کوئی حدیث سنی۔ دوسری رائے اور شاید زیادہ قابل اعتماد یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آخری زمانہ میں ان سے ملے تھے

اور رسول اللہ ﷺ کے ایما پر اپنے کنبہ والوں کو لینے یمن گئے تھے۔ اور جب لے آئے تو رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو چکی تھی۔ پہلی بار گھر چھوڑ کر مدینہ آنے کا سبب یہ بتایا گیا کہ ان کی ماں نے باپ کی وفات کے بعد دوسری شادی کر لی تھی جو ان کو ناپسند تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات ۱۱ھ کی ابتدا میں ہوئی جس وقت شریح کی عمر تقریباً تیس سال ہو گی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قاضی بننے سے پہلے وہ تجارت کرتے تھے اس رائے کی تائید ابن سیرین (متوفی ۱۱۰ھ) کے اس قول سے ہوتی ہے۔ شریح تاجر تھے اور ان کے ڈاڑھی نہ تھی۔ مصنف استیعاب نے لکھا ہے، شریح فیصلہ کی سمجھ بوجھ میں یکتا تھے ان کی معلومات وسیع اور صحیح تھیں، اس کے علاوہ عمدہ شاعر تھے، جن کے پہلے مضامین پر مشتمل اشعار محفوظ ہیں۔ ان کے چہرہ پر ڈاڑھی کا ایک بال بھی نہ تھا۔ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ پہلی صدی میں چار نامور بے ڈاڑھی والے ہوئے جن میں ایک شریح تھے باقی تین یہ ہیں، ابن الزبیر متوفی ۳۷ھ، قیس بن سعد بن عبادہ متوفی ۲۰ھ، احنف بن قیس متوفی ۱۷ھ۔ شریح کے ایک معاصر کا کہنا ہے کہ ”میں نے شریح کی ڈاڑھی سفید دیکھی“ یہ قول مصنف استیعاب کی مذکورہ رائے کی تردید کرتا ہے کہ شریح کے چہرہ پر ڈاڑھی کا ایک بال بھی نہ تھا۔ ان کے لئے کتابوں میں لفظ مزاح استعمال ہوا ہے اور اس کی تائید میں ان کے متعدد قول نقل کئے گئے ہیں جن سے ان کی شگفتہ مذاقی کا پتہ چلتا ہے۔ لیکن مذکورہ صفات اور ان کی سیرت میں رچی ہوئی خدا ترسی کے بعد جس صفت نے ان کو حیرت انگیز حد تک کامیاب حج بنایا وہ ان کی تحلیلی و استنباطی عقل تھی۔ وہ بظاہر ملتے جلتے لیکن باطن بے میل۔ مسائل کو خوب سمجھ لیتے تھے۔ ان میں قرآن سے نتائج نکالنے اور ان کی مدد سے مسائل سلجھانے کا اچھا سلیقہ تھا۔ عربوں میں تحلیلی حق میں یہ فیصلہ دیا اور کعب کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا۔ شریح کے تقرر کا بھی کچھ ایسا ہی پس منظر ہے۔ حضرت عمرؓ نے کسی سے ایک گھوڑے کی خریداری کی بات چیت کی، جب قیمت طے ہو گئی تو انہوں نے آزمائش کے طور پر گھوڑے کی سواری کی یا جیسا کہ اغانی میں ہے کسی سے کرائی، آزمائش کے دوران میں گھوڑا مر گیا حضرت عمرؓ گھوڑے کے مالک کو گھوڑا لوٹانے لگے تو اس نے لینے انکار کیا، حضرت عمرؓ نے کہا کسی کو بلا لاؤ جو ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔ وہ شریح کو لایا جنہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ ”امیر المؤمنین جو چیز آپ نے خریدی ہے اس پر قبضہ کیجیے یا جیسی لی تھی ویسی ہی لوٹا دیجیے“ حضرت عمرؓ اس فیصلہ پر پھڑک کر بولے ”کیا منصفانہ فیصلہ اس

کے سوا اور کچھ ہو سکتا ہے، جاؤ! تمہیں کوفہ کا قاضی بنانا ہوں۔ ابن سعد نے اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کا شرح سے یہ پہلا تعارف تھا۔

ابن عساکر نے شععی کے حوالہ سے تاریخ دمشق ۶/۳۰۵ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے شرح کی تنخواہ سودینار ماہانہ مقرر کی۔ جب شرح کو فے جانے لگے تو حضرت عمرؓ نے یہ ہدایت کی کہ ”خدا کی کتاب میں جو فیصلہ تم کو ملے تو اس کی بابت کسی سے کچھ مت کہو سنو اور جب کوئی فیصلہ صاف صاف وہاں نہ ملے تو سنت کی طرف رجوع کرو اگر وہاں بھی نہ ملے تو اجتہاد سے کام لو اس کے علاوہ مجلس قضا میں نہ کسی سے لڑو، نہ جھگڑو، نہ خریدو نہ بیچو۔“

قاضی شرح کے طویل منصب قضا (۱۸ھ تا ۹۷ھ) کے عہد کی صرف جھلکیاں ہمارے سامنے آئی ہیں۔ ان کی سیرت اور قضا کے حالات قیمتی ہونے کے باوجود جہاں تک مجھے معلوم ہے استقصاء کے ساتھ کبھی مرتب نہیں ہوئے۔ متعدد کتابیں جو میری نظر سے گزری ہیں ان میں ان کے حالات بے سیاق و سباق اشاروں اور حکایتوں کی شکل میں بکھرے ہوئے ہیں۔ اور متعدد کتابوں کا مواد ایک دوسرے سے مشترک اور مستعار نظر آتا ہے۔ تاہم یہ جھلکیاں جب جمع ہو کر سامنے آتی ہیں تو ان سے شرح کی انفرادی سیرت، ان کی سیرت بحیثیت قاضی، ان کے انصاف کے طریقوں اور ان کے سیاسی طرز عمل کی ایک ایسی تصویر کھینچ جاتی ہے جس کے خدو خال واضح ہوتے ہیں اور جس کا خمیر راستبازی اور عملی خدا ترسی سے بنتا ہے۔ ۱۸ھ کے بعد شرح سے ہماری ملاقات حضرت علیؓ کی زمانہ خلافت میں ہوتی ہے۔ ۲۳ھ میں حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے اور ۳۶ھ میں حضرت علیؓ۔ اس تیرہ برس کے عرصہ میں ایسے دور رس واقعات رونما ہوئے جو شاید تاریخ اسلام میں کبھی نہیں ہوئے ہوں گے حضرت عثمانؓ اور ان کے عمال کے خلاف جو شورش و بندا طمینانی پیدا ہوئی اس کا سب سے بڑا مرکز کوفہ تھا جہاں شرح قاضی تھے۔ ۲۲ھ میں حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (متوفی ۳۲ھ) کو بیت المال کی نگرانی اور کوفیوں کو قرآن و دین کی تعلیم دینے بھیجا تھا۔ ابن مسعود رسول اللہ ﷺ کے مقرب اور لائق ترین ساتھیوں میں تھے اور قرآن و دین کی بہت اچھی بصیرت رکھتے تھے۔ ان کی زیر تعلیم قبائل سرداروں کا ایک گروہ وجود میں آیا جس کو قراء کے لقب سے تاریخ میں یاد کیا گیا ہے۔ یہ لوگ کثرت سے قرآن پڑھتے اور لوگوں کی دینی معاملات میں رہنمائی کرتے۔

۲۳ھ میں حضرت عثمانؓ نے خلیفہ ہو کر حضرت عمرؓ کی حسب وصیت صحابی سعد بن ابی وقاص کو جو عراق کے فاتح اور موسس کوفہ تھے گورنر مقرر کیا پھر ایک سال ہی کے بعد ان کو معزول کر کے اپنے رشتہ کے بھائی ایک نوجوان کو جن کا نام ولید بن عقبہ تھا کو ”کوفہ“ کا گورنر مقرر کیا۔ عرب ہمیشہ جوانوں کے مقابلہ میں سن رسیدہ اور تجربہ کار لوگوں کی حکومت کو ترجیح دیتے تھے ولید نہ صحابی تھے نہ ان میں مذکورہ دو صفتیں تھیں کوفہ کے قراء اور وہ پرانے مجاہدین جنہوں نے ابتدائی جنگوں میں نمایاں حصہ لیا تھا اور فوجی وظیفہ کی صنف اول (یعنی شرف عطاء ۲۰۰۰ تا ۲۵۰۰ درہم) سے مشرف تھے اور جواب تک چوٹی کے صحابہ گورنر دیکھنے کے عادی رہے تھے اس تقرر سے بہت بد دل ہوئے۔ ان کی اعتدال سے بڑھی ہوئی دینی و سنی و خدماتی خودداری کو سخت ٹھیس لگی۔ یہ بد دلی اور احساس توہین برابر بڑھتا رہا حتیٰ کہ چند سال میں اس نے صریح مخالفت کی شکل اختیار کی۔ گورنر ہونے کے کچھ دن بعد ولید نے ابن مسعودؓ سے جو معلم دین کے ساتھ نگران خزانہ بھی تھے ایک رقم قرض لی اور میعاد ختم ہونے پر واپس نہ کر سکے۔ ابن مسعودؓ نے تقاضا کیا اور غالباً سختی سے، ولید نے حضرت عثمانؓ سے شکایت کی اور انہوں نے ابن مسعودؓ کو لکھا: تم ہمارے خزانہ کے صرف خازن ہو تم ولید کے ساتھ اس روپے کی وصولیاں جو انہوں نے تم سے لیا ہے کوئی سختی مت کرو۔ ابن مسعودؓ کی دیانتداری اس مداخلت کی تاب نہ لاسکی۔ انہوں نے خزانہ کی چابیاں یہ واپس کر دیں۔ حضرت عثمانؓ نے ابن مسعودؓ کو مدینہ بلا لیا۔ اور ان کو دینی حلقہ چھوڑ کر جانا پڑا۔ ان وجوہات کی بنا پر قرآنی حلقوں اور پرانے مجاہدین میں سخت اشتعال پیدا ہوا۔ ۲۹ھ میں ولید کے خلاف ایک سازش ہوئی جس میں ماخوذ ہو کر وہ گورنری سے معزول ہوئے۔ اب حضرت عثمانؓ نے ایک دوسرا اموی رشتہ دار کو جو صحابی تھے نہ سن رسیدہ نہ پرانے مجاہد کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ ان کا نام سعید بن عاص تھا، ولید کی طرح یہ بھی سلامت رو اور لائق حاکم تھے۔ انہوں نے قراء اور پرانے مجاہدین کی عزت و دلداری کی لیکن مقبول نہ ہو سکے بلکہ جلد ان کی دشمنی کا شکار ہوئے۔ مخالفت کے انگاروں کو حضرت عثمانؓ کے خلاف مدینہ بصرہ اور مصر کی تحریکوں نیز مدینہ کے ان صحابیوں کے اشتعالی خطوط نے بھی ہوا دی جو خود خلیفہ بننے کے مشتاق تھے اور جن کو حکومت میں کوئی منصب حاصل نہ تھا۔ اس کے علاوہ کوفہ میں دوسرے درجہ کے مجاہدین کا ایک طبقہ جو ۱۹ھ کے بعد کی فتوحات کے زمانہ میں ابھرا تھا قوت پکڑ رہا تھا اور پرانے مجاہدین پر چھاتا جا رہا تھا۔ سعید نے گورنر ہو کر حضرت عثمانؓ کے مشورہ سے کچھ ایسے

جائید اور مال سے تعلق رکھنے والے قدم اٹھائے جن سے پرانے مجاہدین کی قوت و عظمت بڑھ گئی۔ اس اقدام کا دوسرے طبقہ پر بہت اثر پڑا اور وہ بھی حکومت اور حضرت عثمانؓ کے بدخواہوں میں ہو گیا۔ پھر سعید کی سفارش سے جب ۳۳ھ میں حضرت عثمانؓ نے کوفہ کے دس قراء اور پرانے مجاہدین سرغنوں کو جو حکومت الٹنے کے درپے تھے جلا وطن کیا تو سلگتی ہوئی بغاوت بھڑک اٹھی۔ پرانے اور نئے طبقوں کے بہت سے مجاہدین مل کر باغیانہ پروپیگنڈے اور فتنہ انگیز کاموں میں لگ گئے۔ اشتر نخعی کوفہ کے باشندہ اور صف اول کے قراء مجاہدین میں تھے، جن کی قیادت میں کوفہ سے بیس آدمیوں کا ایک جتھا حضرت عثمانؓ کو برطرف یا قتل کرنے نکلا تھا ان ہی اشتر اور ان کے رفقاء نے حضرت عثمانؓ کے آخری گورنر ابو موسیٰ اشعرمی کو جو ایک صلح جو انسان تھے بدکلامیوں اور دھمکیوں سے قصر امارت چھوڑنے پر مجبور کیا تھا اور ان کا سارا سامان لوٹ لیا تھا۔ ۳۶ھ ابو موسیٰ کا قصور یہ تھا کہ وہ اہل کوفہ کو مسلمانوں کی باہمی لڑائی یعنی حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عائشہؓ کی آویزش سے الگ رہنے کی تلقین کرتے تھے اور خود بھی الگ رہنا چاہتے تھے۔ غرض یہ کہ کوفہ میں فتنہ و بغاوت کا دروازہ کھل گیا اور کوفہ ہی پر کیا منحصر بصرہ مصر اور مدینہ سے بھی اس کی لپٹیں اٹھنے لگیں۔ صحابی و غیر صحابی سب اس کی زد میں آئے۔ فرق اتنا تھا کہ کوفہ ان سب کا پیش رو تھا۔ مدینہ اور مصر کی بغاوت تو حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد فرو ہو گئی لیکن بصرہ اور بالخصوص کوفہ میں یہ برابر بڑھتی اور پھیلتی رہی، جیسا کہ پہلی صدی ہجری کی تاریخ سے ظاہر ہے۔ شورش و بغاوت کوفہ کی روایات میں ہو گئی جنگ جمل ۳۶ھ سے فارغ ہو کر حضرت علیؓ نے کوفہ کو اپنا پایہ تخت بنایا لیکن ان کی موجودگی نے اہل کوفہ کے شرانگیز رجحانات دبانے کی بجائے ان کو اور زیادہ بھڑکایا، ان کی نافرمانی نے ایک دن بھی انہیں سکھ سے نہ بیٹھنے دیا۔ ان کی شوریدہ سری کا داغ لے کر ۴۰ھ میں وہ رخصت ہوئے۔ کوفہ ہی کے ایک باشندہ نے ان کو شہید کیا۔ یہ کوفہ ہی تھا جہاں کے قراء اور عابدوں نے خارجیت کا نعرہ بلند کر کے ایک یسا باغی فرقہ پیدا کیا جس کی بغاوت کی امن سوز چنگاریاں ۳۰ھ سے لے کر پہلے صدی کے آخر تک برابر کوفہ سے اُٹھتی رہیں ۵۳ھ میں حجر بن عدی اور ان کے رفقا کا فتنہ اٹھا جو ان کے قتل سے کچھ دن کے لئے دب گیا۔ حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد حضرت حسینؓ کو خلیفہ بنانے کی تحریک شد و مد کے ساتھ اٹھی اور جنگ کربلاء پر اس کا خاتمہ ہو۔ ۶۴ھ میں تو ابین شیعے اُٹھے اور ۶۴ھ میں مختار بن ابی عبید نے اپنے سیاسی مقاصد

کے لئے یہاں کی افتراق پرور اور باغیانہ فضا کو استعمال کر کے حکومت حاصل کی۔ ۶۶ھ میں اس کے خلاف کوفہ ہی کے لوگوں نے خوفناک بغاوت کی جس کا خاتمہ جنگ سبیح پر ہوا۔ پھر حجاج کی گورنری کے زمانہ میں متعدد بغاوتیں ہوئیں جن میں ابن الاشعث کی بغاوت (۸۱ھ تا ۸۵ھ) سب سے نمایاں تھی، اس میں کوفہ کے قراء کا خاص پارٹ تھا اور اس پایہ کے محدث فقہاء اور دینی لوگ شریک تھے۔ جیسے شعمی، سعید بن جبیر، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، اور ابوالختر ی طائی۔ دوسری بغاوتیں شدت سے اٹھتیں لیکن کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوتیں اپنے پیچھے دکھ غم اور بربادی کے سیاہ بادل چھوڑ جاتیں، سینکڑوں ہزاروں جانیں ضائع ہوتیں جن میں بے گناہوں کی تعداد زیادہ ہوتی۔ سینکڑوں ہزاروں عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہو جاتے، خانگی شیرازہ درہم برہم ہو جاتا اور وہ معایب پیدا ہوتے جو گھر کے نگراں اور کفیل کے نہ ہونے سے پیدا ہوتے ہیں، مرنے والے اپنے بچوں اور عزیزوں میں عربی انتقام کا جذبہ چھوڑ جاتے جو نشوونما پا کر ایک نئی بغاوت یا بد امنی کی صورت میں کچھ دن بعد ظاہر ہوتا اگر کسی کو یہ موقع نہ ملتا تو کوئی دوسری مجرمانہ شکل اختیار کرتا جس کی مثالیں تاریخ و ادب میں کم نہیں ہیں۔ شریح کے منصب قضا کا درخشاں اور لائق صد آفرین پہلو یہ ہے کہ انہوں نے شورشوں، فتنوں اور بغاوتوں سے گھرے ہونے کے باوجود ان میں حصہ نہیں لیا، نہ کسی سیاسی پارٹی سے خود کو وابستہ کیا، نہ جہاں تک مجھے معلوم ہے کسی جنگ میں شرکت کی، باوجود اسی دور جہاد میں جنگ میں شرکت کرنا خدا کی انتہائی خوشنودی کا موجب خیال کیا جاتا تھا۔ کعب بن سور جو ۱۸ھ میں ان کے ساتھ بصرہ کے قاضی ہوتے تھے اپنی صلح جوئی کے باوجود حضرت عائشہؓ کے ساتھ جنگ جمل میں شریک ہوئے اور مارے گئے۔ اہل مدینہ نے جن میں اکثریت صحابہؓ کی تھی یزید کے خلاف ۲۳ھ میں اٹھ کھڑے ہوئے، مسلح ہو کر لڑے اور ہزاروں کی تعداد میں حرہ کی مشہور جنگ میں شہید ہو گئے۔ اس دور میں جب کہ لوگ جنگ و فتنہ کی طرف سخت مائل تھے، قاضی شریح کا اس سے پرہیز کرنا تعجب خیز نظر آتا ہے۔ یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ وہ کیوں اس سے محفوظ رہے؟ اس کا جواب جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں ان کی غیر معمولی خدا ترسی اور قرآن فہمی میں ہے۔ وہ صلح جو آدمی تھے اور صلح جوئی اور خدا ترسی کو لازم سمجھتے تھے وہ قرآن کی آیتوں کے خاص و عام میں تمیز کرتے تھے ان کی نظر میں قرآن کی انفرادی آیتوں کی جگہ مجموعی تصور تھا ”وَ اتَّبِعُوا احْسَنَ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ“ کا فلسفہ وہ خوب سمجھتے تھے، ان کا صاف ذہن ان

اسباب کا بخوبی ادراک کرتا تھا جو فتنوں اور بغاوتوں کے محرک ہوتے تھے۔ یہ محرکات بظاہر استنشار بالمال، تعطیل حدود، عدم شوری، حکومتی ظلم و جبر کی شکل اختیار کرتے۔ لیکن ان کے ظاہر کے پیچھے ھوئی کارفرما ہوتی۔ ھوئی کہیں اپنے ذاتی اقتدار، ذاتی منفعت، خاندانی اقتدار، خاندانی منفعت، قبائلی اقتدار یا قبائلی منفعت کا لباس پہنتی، کہیں ذاتی مذہبی و دینی عظمت و تقدس کے اعتراف اور اس اعتراف کی معرفت سیاسی و دنیوی اقتدار کے حصول کی خواہش میں جلوہ دکھاتی کبھی یہ ھوئی انتقام کا روپ بھرتی۔ خون کا انتقام نقصان یا بے حرمتی کا انتقام، کبھی یہ محض حسد بن کر دوسرے خاندان یا افراد یا قبیلوں کے اقتدار و خوشحالی چھننے کے درپے ہوتی۔ قاضی شریح خوب جانتے تھے کہ ھوئی اور اس کے مظاہر خدا ترسی کی ضد ہیں۔ ”وَلَا تَتَّبِعْ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ“ کا نقش ان کے دل پر ثبت تھا ان کو ”فَجَذَّ آءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا“ کے مقابلہ میں ”فَمَنْعَا وَاصْلِحْ فَاجِرَهُ عَلَى اللَّهِ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ انْ ذَلِكْ مِنْ عَذْمِ الْأُمُورِ“ اور ”وَالَّذِينَ يَدْرُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَقَبَى الدَّارِ“ کے فرمودات اسلام کی اسپرٹ سے زیادہ قریب نظر آتے تھے وہ ”تلك الدار الاخرۃ نجعلها للذين لا يريدون علواً فی الارض ولا فساداً“ کی باریکیوں سے خوب آگاہ تھے۔ اس مقدمہ کے بعد جوان کی سیاست و حکومت سے بندھی ہوئی زندگی کے باوجود حکومت و سیاست اور اس کے بننے بگڑنے اور اس کے زد میں آنے والے اور اس کو زد میں لانے والے خون سے رنگتے اور رنگانے والے حوادث سے مکمل علیحدگی کی توجہ کے لئے ضروری تھا اب ہم وہاں لوٹتے ہیں جہاں شریح کو چھوڑا تھا یعنی حضرت علیؑ کا عہد خلافت ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغۃ نے لکھا ہے: حضرت علیؑ نے شریح کو کوفہ کی جچی پر بحال رکھا حالانکہ شریح بہت سے مسئلوں میں ان سے اختلافات رکھتے تھے جو فقہ کی کتابوں میں مذکورہ ہیں میں راوی ابن السکن کا یہ قول نقل کیا گای ہے: شریح کے حالات حضرت عمرؓ عثمانؓ اور علیؑ کے زمانہ میں بہت ہیں یہ فقہی مسئلے اور کثیر حالات جن کی طرف ابن ابی الحدید اور راوی ابن السکن نے اشارہ کیا ہے افسوس ہے کہ فقہ کی منداوں کتابوں اور پیش نظر تاریخی و ادبی کتابوں میں میری نظر سے نہیں گزرے ورنہ ان کی مدد سے شریح کو بحیثیت قاضی اور فرد کے زیادہ بہتر طریقہ پر سمجھنے میں مدد ملتی۔

حضرت علیؑ کے عہد میں قاضی شریح سے متعلق دو واقعات ملتے ہیں جن سے شریح کی سیرت کی مضبوطی پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے۔ پہلا واقعہ جنگ صفین (۳۵ھ) سے پہلے اور جنگ

جمل (۳۶ھ) کے بعد زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت علیؑ کی زرہ بکتر کہیں گر گئی تھی ایک دن انھوں نے اس کو کسی یہودی کے پاس دیکھا اور پہچان کر بولے: ”یہ میری ہے فلاں فلاں دن کھو گئی تھی“ یہودی نے دینے سے انکار کیا اور کہا: ”یہ میری ملکیت ہے آئیے اس قبضے کو مسلمانوں کے قاضی کے سامنے پیش کریں“ دونوں قاضی شریح کی مجلس میں پہنچے۔ شریح امیر المومنینؑ کو دیکھ کر بطور احترام کھڑے ہوئے۔ جب سب بیٹھ گئے تو حضرت علیؑ نے کہا: ”یہ زرہ بکتر اس یہودی کے پاس ہے میری ہے، میں نے پہچان لی ہے“ شریح نے مدعی کا دعویٰ سن کر مدعی علیہ کا بیان مانگا، یہودی نے کہا زرہ بکتر میری ہے میں اس کا مالک ہوں۔ شریح نے حضرت علیؑ کو مخاطب کر کے کہا: ”امیر المومنین آپ سچ فرماتے ہیں یہ زرہ بکتر آپ کی ہوگی لیکن ضروری ہے کہ آپ دو گواہ پیش کریں۔ حضرت علیؑ نے اپنے غلام قنبر اور لڑکے حسنؑ کو پیش کیا جنہوں نے حضرت علیؑ کے حق میں شہادت دی شریح نے قنبر کی شہادت مان لی لیکن حسنؑ کی شہادت ماننے سے انکار کیا۔ حضرت علیؑ بہت برہم ہوئے اور بولے: ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور تم ان میں سے ایک کی شہادت ماننے سے انکار کرتے ہو۔ شریح نے کہا کہ آپ کی بات درست ہے مگر قانون شریعت میں بیٹے گواہی باپ کے حق میں قبول نہیں۔ حضرت علیؑ نے شریح سے کہا کہ بانقیاء جا کر چالیس دن وہاں کے لوگوں کے درمیان انصاف کرو۔ شریح کا فیصلہ بحال رکھا گیا۔ یہودی اس عمدہ فعل سے متاثر ہو کر بولا: امیر المومنین آپ میرے ساتھ اپنے قاضی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جب انھوں نے آپ کے خلاف فیصلہ کیا تو آپ نے فیصلہ مان لیا۔ اس یہودی نے کہا یہ زرہ بکتر آپ کی ہے فلاں فلاں دن جب آپ خاکستری اونٹ پر سوار تھے یہ گر گئی تھی اور میں نے اٹھالی تھی، میں اسلام قبول کرتا ہوں، حضرت علیؑ نے زرہ بکتر کے علاوہ اس کو گھوڑا دیا اور ۹۰۰ درہم سالانہ وظیفہ مقرر کر کے فوج میں بھرتی کر لیا۔

شریح چالیس دن تک بانقیاء میں رہ کر لوٹ آئے۔ رہا یہ کہ انھوں نے وہاں حضرت علیؑ کے حکم کے بموجب یہودیوں کے درمیان قاضی کے فرائض انجام دئے یا نہیں؟ تو قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں کیا، اس کی تائید ابن سعد کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ جب شریح جزیرہ کے علاقہ میں جاتے تو فیصلے نہیں کرتے تھے۔ بانقیاء کوفہ کے قریب ایک گاؤں تھا جہاں کی اکثر آبادی یہودی تھی جس سے جزیرہ لیا جاتا تھا۔ دوسرا واقعہ کج البلاغہ کے شارح ابن ابی الحدید نے نقل کیا ہے: شریح نے اسی دینار میں ایک مکان خریدا، اس کی خبر حضرت علیؑ کو ہوئی تو وہ ناراض ہوئے اور شریح کو بلا کر کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اسی دینار میں مکان خریدا ہے اور اس کی خریداری کا سرخط لکھا جس پر گواہوں کی شہادت ہے۔ شریح نے کہا جی ہاں ایسا ہوا ہے۔ حضرت علیؑ ٹیکھی نظروں سے دیکھ کر بولے: شریح کیا تمہارے

[illegible]

جہت قبلہ کی تعیین کا حکم!

برطانیہ سے ایک خط اور اس کا جواب

محترم و مکرم جناب حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی صاحب مدظلہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

مزاج عالی بخیریت ہونگے۔ آپ کئی دفعہ برطانیہ کا وزٹ کر چکے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ ملک غیر اسلامی ہونے کی وجہ سے یہاں پر مسلمانوں کو کئی مسائل کا سامنا رہتا ہے۔ انہی میں سے ایک مسئلہ قبلہ کے رخ کی تعیین ہے۔ شروع شروع میں یہاں پر جب مسلمان آئے تو اکثر گھر خرید کر گھروں میں ہی جماعت کے لئے مسجد یا مصلیٰ بنالیا کرتے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ یہاں پر مسلمانوں کی آبادی بڑھ جانے سے دردمند مسلمانوں نے بنیادی مسجدیں بنانی شروع کر دی۔

الحمد للہ اب یہاں پر کثیر تعداد میں بنیادی مسجدیں بن چکی ہیں اور مزید بن رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں یہاں کا سب سے بڑا مسئلہ قبلہ کے رخ کی تعیین رہا ہے۔ اب تک اس سلسلہ میں علماء کا نقطہ نظر مختلف ہے۔ کئی جگہ دیکھا گیا ہے کہ مسجد بن جاتی ہے اور پھر بعد میں قبلہ کے رخ میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ اور پھر مسجد کے اندر ہی سے قبلہ کا رخ بدل دیا جاتا ہے۔

پھر کچھ عرصہ کے بعد کوئی دوسرے مفکر صاحب آتے ہیں تو قبلہ کے اس رخ سے اختلاف کرتے ہیں تو پھر اُسی مسجد میں رخ بدل دیا جاتا ہے۔ یہاں پر لوگ چند انچوں کے فرق سے بھی قبلہ کا رخ بدل دیتے ہیں۔

آپ سے دردمندانہ گزارش ہے کہ اللہ کے لئے کوئی ایسا درمیانہ راستہ بتائیں تاکہ ہم اس مصیبت سے نجات حاصل کر لیں۔

والسلام۔ ممتاز احمد،

راچڈیل، برطانیہ

جواب

محترم جناب ممتاز احمد صاحب

السلام علیکم: آپ کے خط سے آپ کی خیریت معلوم ہوئی۔ میں ایک ناکارہ سا آدمی ہوں، بہتر ہوتا کہ آپ اس مسئلہ کے بارے میں کسی تجربہ کار عالم اور بڑے مفتی صاحب سے رجوع کرتے۔ مگر چونکہ آپ نے مجھے ہی یاد فرمایا ہے اس لئے میں اپنی طرف سے کچھ عرض کرنے کی بجائے اس مسئلہ میں دو متبحر علماء کے فتاویٰ سے جواب نقل کر دیتا ہوں۔ امید ہے کہ اس سے آپ لوگوں کی تشفی ہو جائے گی۔ وگرنہ کسی بڑے مفتی صاحب سے رجوع فرمائیں۔

(۱) حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے اسی معاملہ میں کسی نے سوال کیا تھا، اس پر حضرت نے جو جواب دیا، وہ سوال و جواب یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ شریعت کی رو سے کعبہ کا رخ مغرب کی جانب ہوتا ہے یا کچھ ہٹ کر جنوب کی سمت ہوتا ہے؟ کیونکہ سابقہ زمانہ کے لوگ قطب ستارہ رات کو دیکھ کر مسجد کی بنیاد رکھتے تھے، تو رخ مغرب کی طرف ہوتا تھا۔

ایک مسجد قدیم ویران ہو چکی ہے جس کو دوبارہ بنایا جا رہا ہے۔ جدید معلومات کے لوگوں نے اس کا رخ غلط بتایا اور کہا کہ قطب تارہ صرف مغرب کا رخ بتاتا ہے۔ کعبہ مغرب میں ہے، بلکہ اس سے کچھ ہٹ کر جنوب کی سمت ہے۔ اب کیا صورت کی جائے؟ پرانے زمانہ کی مسجد کا رخ صحیح ہے یا جدید معلومات کے مطابق مسجد کا رخ ٹھیک ہے اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: سمت قبلہ کی تعیین میں قطب ستارہ سے تعیین کافی ہے، چند درجات کا فرق قابل اعتبار نہیں۔ جہت قبلہ، غائبین کے لیے سمت قبلہ ہے اس کا انسان مکلف ہے۔

جہت میں تو نوے (۹۰) درجے ہیں۔ تعیین اگر عین سمت قبلہ سے ۴۵-۴۵ درجہ سے زیادہ انحراف نہ ہو تو استعمال درست ہوگا۔ مزید فلسفی تدریق میں جانے کی ضرورت نہیں۔ جہت سے بالکلہ خروج مفسد صلوٰۃ ہوگا۔ غالباً اس وقت اتنا لکھنا کافی ہوگا۔

(محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ) ماہنامہ بینات، کراچی

(۲):- جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کے بانی اور مفسر قرآن حضرت مولانا

صوفی عبدالحمید صاحب سواتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر ”دروس القرآن“ میں اس پر بحث کر کے جو نتیجہ نکالا ہے، وہ حاضر خدمت ہے۔

تحویل قبلہ کا حکم

آخر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی خواہش کو شرف قبولیت بخشا اور تحویل قبلہ کا حکم نازل فرما دیا۔ ”فَلَنُؤَلِّينَكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا“ اب ہم آپ کو اس قبلے کا والی بنادیں گے جس کو آپ پسند کرتے ہیں، لہذا حکم ہوا۔ ”فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ“ اور آپ لوگ جہاں بھی ہوں اپنے چہروں کو اسی کی طرف پھیریں۔ تاریخی روایتوں میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی مسلمہ کے محلہ میں بشر ابن براء ابن معرورؓ کے گھر نماز کا وقت ہوا تو حضور ﷺ مع دیگر صحابہ محلہ کی مسجد میں نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نماز ادا فرما رہے تھے کہ اسی دوران میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ ”فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ“ آپ ﷺ دو رکعت ادا فرما چکے تھے۔ نزول وحی پر فوراً آپ ﷺ نے اپنا رخ مبارک بیت المقدس سے بیت اللہ شریف کی طرف پھیر لیا۔ آپ ﷺ کی اقتداء میں مرد اور عورتیں نماز پڑھ رہے تھے۔

جب آپ ﷺ نے رخ تبدیل کیا تو تمام صحابہؓ نے بھی اپنی صفوں کو پلٹ دیا۔ اسی لیے بنی سلمہ کی اس مسجد قبلتین یعنی دو قبلوں والی مسجد کہا جاتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں لفظ شطر تفصیل طلب ہے۔ اس میں ایک حکم تو یہ ہے کہ ”فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ“ یعنی آپ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیں۔

دوسری بات یہ فرمائی ”وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهُكُمْ شَطْرَهُ“ تم جہاں کہیں بھی ہو اس کی طرف منہ کرو۔ لفظ شطر مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کا ایک معنی نصف آتا ہے جیسے حدیث شریف میں آتا ہے ”إِنِّي أَرْجُوا أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ“ یعنی مجھے امید ہے کہ جنت میں جانے والے لوگوں میں نصف تعداد تمہاری ہوگی۔

شطر کا دوسرا معنی جزو بھی آتا ہے جیسا کہ ”إِنَّ الْفَرَائِضَ شَطْرُ الْعِلْمِ“، یعنی فرائض اور وراثت علم کا جزو ہے۔ مگر اس آیت کریمہ میں شطر جہت کے معنی میں آیا ہے۔

اس سلسلے میں فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ نماز شروع کرتے وقت جس شخص کو کعبہ شریف نظر آرہا ہو اسے عین کعبہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم ہے اور جس کو کعبہ نظر نہ آتا ہو اسے عین کعبہ کی بجائے اس کی طرف یا اس کی جہت میں رُخ کرنے کا حکم ہے۔

اس آیت میں عین کعبہ کی بجائے مسجد الحرام کی طرف رُخ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عین کعبہ کی طرف رُخ کرنا قدرے مشکل ہے۔ لہذا پوری مسجد حرام کہہ کر جہت کو وسعت دے دی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں آتا ہے کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنے والوں کے لیے عین کعبہ جہت ہوگی۔ جو لوگ حدود حرم کے اندر رہنے والے ہیں ان کے لیے مسجد الحرام جہت ہے اور جو لوگ حدود حرم سے باہر دور دراز کے رہنے والے ہیں ان کیلئے پورا حرم جہت ہے۔ مقصد یہ کہ جوں جوں لوگ خانہ کعبہ سے دور ہوتے جائیں گے ان کے لیے جہت میں وسعت پیدا ہوتی جائے گی۔

ایک دوسری حدیث شریف میں آتا ہے۔ ”مَا يَنْ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةً“ یعنی مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ اور یہاں اس کو ہم یوں کہیں گے کہ شمال اور جنوب کے درمیان قبلہ ہے۔ مقصد یہ کہ اگر عین کعبہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم ہوتا تو یہ دشوار تھا۔

اور جہت عام ہے حتیٰ کہ جب تک کعبہ کی طرف بالکل پشت نہ ہو جائے نماز درست ہے، اس کے لیے زاویہ قائمہ ضروری نہیں ہے۔ اگر زاویہ حادہ کے ساتھ رُخ کر کے بھی نماز پڑھی جائے گی تو وہ درست ہوگی۔ البتہ اگر آسانی کے ساتھ جہت کا تعین ہو سکے تو ضرور کرنا چاہئے۔

ایک زمانہ میں عنایت اللہ خاں مشرقی نے اپنی تحقیق کے مطابق عام مسجدوں کے رُخ غلط بتائے تھے، وہ ایک ریاضی دان تھے ان کے نزدیک صرف بادشاہی مسجد کا رُخ درست تھا باقی سب غلط تھے۔ ان کے بقول نمازیوں کا رُخ عین قبلہ کی طرف نہ ہونے کی وجہ سے ان کی نمازیں باطل تھیں۔ ان کا یہ نظریہ غلط تھا کیونکہ قبلہ کا تعین اللہ تعالیٰ نے ریاضی کے اصولوں پر کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ فطری اصول پر جہت کعبہ یا جہت مسجد حرام کا حکم ہے۔

اگر عین کعبہ یا عین مسجد حرام کی پابندی لازمی ہوتی تو واقعی یہ بڑا مشکل کام تھا۔ بعض مقامات

پر جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں بڑی بڑی لمبی قطاریں بن جاتی ہیں ایسی صورت میں ہر نمازی کا رخ عین کعبہ یا عین مسجد حرام کی طرف ہونا ممکن ہی نہیں رہتا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے صرف جہت کا حکم دیا ہے

جس طرح بدن، کپڑا اور مکان کی طہارت نماز کی شرائط میں سے ہے اسی طرح استقبال قبلہ بھی نماز کے لیے بمنزلہ شرط کے ہے۔ اسی لیے حکم یہ ہے کہ نماز شروع کرتے وقت جہت قبلہ کا ہونا ضروری ہے۔ اگر ریل گاڑی یا جہاز پر بھی سفر کر رہا ہے تو قبلہ کا تعین کر سکتا ہے، تاہم اگر دوران نماز سواری پر ہونے کی وجہ سے رخ تبدیل بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں نماز درست ہوگی۔

البتہ جہاں تعین قبلہ ممکن نہ ہو وہاں تحرّی کا حکم ہے یعنی اپنی طرف سے استقبال قبلہ کی پوری کوشش کرے اور نماز شروع کر لے۔

اور پھر اس طرح سے متعین کیا ہو رخ غلط بھی ہوگا تو نماز درست ہوگی کیونکہ یہ نمازی کے اختیار سے باہر تھا اس کے متعلق آیت گزر چکی ہے۔

”فَإِنَّمَا تَوَلَّوْا فِثْمَ وَجْهِ اللَّهِ“ ایک موقع پر رات کے وقت صحابہ کرامؓ سے یقین کے ساتھ تعین قبلہ نہ ہو سکا ہر ایک نے اپنی اپنی کوشش اور سمجھ کے مطابق قبلہ کا تعین کیا۔ اگرچہ ان کے استقبال قبلہ میں ایک دوسرے سے اختلاف پایا جاتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ان سب کی نمازوں کو شرف قبولیت بخشا اور اس آیت کے ذریعے نماز کی درستگی کی تصدیق فرمائی۔

(دروس القرآن صفحہ ۴۲ تا ۴۵۔ از، حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ)

نوٹ: پاکستان، ہندوستان وغیرہ میں جہت قبلہ مغرب کی جانب ہے۔ بندہ کی اطلاع کے مطابق برطانیہ میں جہت قبلہ مشرق کی طرف ہے، یا اس سے کچھ ہٹ کر ساؤتھ ایسٹ بنتا ہے۔ مزید تحقیق مقامی علماء سے کر لی جائے۔

(والسلام،)

احقر حبیب الرحمن لدھیانوی)

صرف ایک اعلان ہی کافی ہے

(اور یا مقبول جان)

آسمان سے چھوٹی بلند و بالا عمارتیں، صحراؤں میں قائم بڑے بڑے شاپنگ مال جن میں سخت سردی اور برفباری میں کھلے جانے والے کھیل آئس سکیٹنگ کے میدان، مغربی دنیا کے ریستوران اور تیار خوراک کی دکانیں، بڑے بڑے تفریحی کمپلیکس، چند لاکھ کی آبادی لیکن لاکھوں شائقین کے لئے تیار کردہ سٹیڈیم، دنیا بھر کا سامان تعیش اور ہر رنگ و نسل کی خواتین اپنی عشوہ طرازیوں کے لئے موجود، یہ سب ان ملکوں میں ہو رہا ہے جو آج تیل کی دولت سے مالا مال ہیں ان کی بلند و بالا عمارتوں میں سے اکثریت خالی ہے، کیونکہ ان میں موجود فلیٹوں یا دفاتر کے مالک دوسرے ملکوں میں رہتے ہیں جہاں سے انہوں نے کرپشن، بددیانتی، سمگلنگ، ذخیرہ اندوزی یا ناجائز کاروبار سے دولت اکٹھا کی ہے اور اسے ان ملکوں میں محفوظ جانتے ہوئے مکانوں، فلیٹوں، دکانوں یا گھروں میں لگا دیا ہے، ان تمام ممالک میں اخراجات کرنے کے لئے بہانے ڈھونڈے جاتے ہیں ایشیائی کھیلیں منعقد کروالو، کرکٹ کے ٹورنامنٹ شروع کروادو، ٹینس کھلا دو اور پھر ان سب کے لئے سڑکیں چوڑی کرو، اوور ہیڈ برج اور انڈر پاس، ہوٹلوں اور رہائش گاہوں کی ایک قطار تعمیر کر دو۔

یہ سارے ممالک مسلم اُمہ کا حصہ ہیں اور بیسویں صدی کے آغاز تک خلافت عثمانیہ میں شامل تھے یہی وہ زمانہ تھا جب ان علاقوں میں تیل دریافت ہوا تھا اور دنیا کی بڑی بڑی کمپنیاں اپنے سروے مکمل کر کے اس خطے کو لپچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھیں دوسری جانب مغرب کے ممالک اس فکر میں غرق تھے کہ اگر خلافت عثمانیہ کے پاس تیل کی دولت بھی آگئی تو وہ ایک ایسی طاقت بن کر ابھرے گی جس سے مقابلہ کرنا آسان نہ ہوگا۔

یہی وہ زمانہ تھا جب برطانیہ کی خفیہ ایجنسی ایم آئی سکس کی طرف لارنس آف عربیہ کو اس امت کو تقسیم کرنے کا کام سونپا گیا پھر کیا، وہی پرانا نسخہ آزمایا گیا وہی بیج بویا گیا جس کو جرّے سے اکھاڑنے کے لئے سید الانبیا ﷺ مبعوث ہوئے تھے اور اپنی دعوت کی تکمیل کے دن خطبہ حجۃ الوداع دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا تھا، آج تمہارے رنگ، نسل اور قبائل کے بت میرے پاؤں کے نیچے چکنا چور ہو گئے ہیں اسی نسلی تعصب کو ایک بار پھر مسلم اُمہ کے دلوں میں ابھارا گیا اس کے ارد گرد چند لوگ تھے آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ سے سیاہی لاکر علاقے فتح کروائے جاتے اور شریف مکہ کو خبر دی جاتی کہ

تمہارے جاٹاروں نے قریش کی حکومت فلاں فلاں علاقے میں قائم کر دی ہے اگر صرف رنگ اور زبان تک بات رکتی تو پھر بھی مغرب کا خوف ختم نہ ہوتا تھا۔ اتنی بڑی عرب مملکت اور تیل سے مالا مال۔ اب اس پورے خطے کو قبائل کی بنیاد پر تقسیم کا سلسلہ شروع ہوا اسلام سے پہلے کی جاہلیت ایک دفعہ پھر عربوں کو سکھائی گئی۔ ایک دین، ایک زبان، ایک علاقہ اور ایک تہذیبی ورثے کے باوجود اس پورے خطے کو یوں کاٹا گیا جیسے سیلاب کے بعد زمین خشک ہو جانے پر دراڑیں پڑتی ہیں۔ عراق، شام، لبنان، قطر، کویت، بحرین، ابوظہبی، دبئی، ام الکونین، شارجہ، فجیرہ، مسقط یمن اور مصر وغیرہ۔ ہر قبیلے اور علاقے کو مدتوں ویسے ہی غربت و افلاس میں چھوڑا گیا حالت یہ تھی کہ ان خلیجی ریاستوں کے لوگوں کی گزراوقات یا تو حاجیوں کے قافلے لوٹنے پر منحصر تھی یا اونٹ چرانے اور بکریاں پالنے پر لیکن ہر کوئی الگ اور جدا، بکھرا بکھرا رہنا چاہتا تھا۔

اور یہی وہ بہترین ماحول تھا جس میں امریکہ اور مغرب کی تیل کی کمپنیوں نے وہاں جا کر سرمایہ کاری شروع کی، تیل کے کنویں کھودے، جس زمانے میں مسلمانوں کو تقسیم کیا جا رہا اسی دور میں دنیا کے یہودیوں کو بسنے کے لئے ایک خطہ زمین دینے کا وعدہ کیا گیا تھا امت مسلمہ تقسیم ہو چکی تھی لارنس آف عربیہ اسرائیل کی ریاست کا خواب سینے میں بسائے بار بار اس ریاست کے قیام کی بات کرتا لیکن سنی ان سنی کر دی جاتی اور یوں وہ سینتیس سال کی عمر میں اس امت کے حصے بخرے کر کے اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ لیکن یہودیوں کو اسرائیل نہ مل سکا۔

اس لئے کہ انہیں اس وقت تک وہاں آباد نہیں کرنا مقصود تھا جب تک تیل کی دولت ان مغربی کمپنیوں کے کنٹرول میں نہیں آ جاتی۔ اس کے بعد ہی تو عرب دنیا کو خوفزدہ کرنے کے لئے ایک حکومت وہاں قائم کرنی تھی۔ یوں 1948 میں اسرائیل کا ناجائز وجود عرب سرزمین پر لایا گیا اور وہ جو چند مسلمان سمجھتے تھے کہ یہ کس قدر سازش ہے، دیوانہ وار جا کر یہودیوں سے لڑے جن میں نوجوان صدام حسین بھی تھا جس کی وہ خطا کبھی معاف نہ کی گئی اور اُسے امریکہ کا دوست ہونے کے باوجود بھی عبرت ناک انجام دوچار کیا گیا۔

اب عرب تھے آپس میں تقسیم تھے، حصوں میں بٹے ہوئے تھے اور تیل کی دولت ان کے پاس تھی ان سب کو خوفزدہ کیسے کیا جائے ان کی دولت کو کس طرح اپنی مٹھی میں لیا جائے اس پوری عرب دنیا کے مقابلے میں ایک انسانی مزانل لگا دیا گیا۔ اسرائیل کی صورت میں، جیسے ہی اسرائیل ذرا مستحکم ہوا، اس نے 1967 میں عربوں سے جنگ چھیڑ دی۔

حصوں میں بٹے اور قبائل میں اُلجھے عربوں کا عالم یہ تھا کہ صرف چھ دن کی جنگ میں اسرائیل نے اپنا رقبہ چار گنا زیادہ کر لیا اس جنگ میں مال و دولت سے لے کر اسلحہ تک سب امریکہ اور

اس کے اتحادیوں نے فراہم کیا اس کا مقصد یہودیوں کی فتح نہ تھی بلکہ عربوں کے غصے کو اپنے فائدے کے لئے استعمال کرنا تھا۔ غیرت دلائی گئی، جوش انتقام میں انور سادات کو گرم جوش کیا گیا اور اس نے 1973 میں اسرائیل پر حملہ کر دیا۔

ایسے عربوں میں ایک قیادت ایسی تھی جس نے تیل کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کا اعلان کیا، سعودی عرب کے شاہ فیصل۔ 6 اکتوبر کو جنگ شروع ہوئی اور 16 اکتوبر کو تیل کی قیمتیں ستر فیصد بڑھادی گئیں اور جنوری 1974 تک تیل کی قیمت سات گنا بڑھ گئی پورے امریکہ اور یورپ میں پٹرول پمپوں پر لمبی قطاریں لگ گئیں۔ ایک عجیب و غریب بحران تھا۔ شاہ فیصل کو شہید کروادیا گیا اور باقی عرب شہزادوں کو خوفزدہ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب امریکہ نے اتنے زیادہ ڈالر چھاپے تھے کہ اس کے پاس ادائیگی کے لئے زرمبادلہ یا سونا موجود نہ تھا۔ فرانس نے اس ڈالر کے بدلے اجناس یا سونا مانگا تو بحران شروع ہو گیا۔ اس لئے کہ کرنسی ابھی تک Standerd Gold کے معیار پر تھی۔

اب سودے بازیوں اور مکاریوں کا دور آتا ہے مسلمانوں پر ٹھونسے گئے ٹوڈی حکمرانوں کو اسرائیل سے بھی ڈرایا گیا اور عوام کے غیض و غضب سے بھی اور ان کے ساتھ ایک ایسا معاہدہ کیا گیا جس نے مسلمانوں کی دولت کی بنیاد امریکہ کو امیر اور طاقت ور بنادیا امریکہ نے یہ طے کروایا کہ آئندہ جو بھی پٹرول خریدے گا وہ ڈالر میں خریدے گا۔

یوں امریکہ ایک کروڑ ڈالر کے نوٹ چھاپے گا تو اس کے زرمبادلہ گولڈ سٹینڈرڈ کے طور پر تیل موجود ہوگا یوں دنیا میں گولڈ سٹینڈرڈ کی جگہ آئل سٹینڈرڈ متعارف ہو گیا۔ اب کسی بھی غریب سے غریب ملک نے تیل خریدنا ہو وہ پہلے امریکی ڈالر خریدتا ہے اور امریکہ صرف کاغذ کے نوٹ چھاپ کر دولت مند بھی ہے اور طاقت ور بھی اور وہ بھی مسلمانوں کی دولت پر اسی لئے انہیں خوفزدہ بھی رکھا جاتا ہے اور عیش و عشرت میں مگن بھی وہ کھیل تماشے کروائیں لیکن یونیورسٹی نہ کھولیں، وہ ہوٹل بنائیں لیکن صنعت نہ لگائیں سب کو علم ہے کہ اگر یہ مسلم اُمہ ایک دفعہ یہ اعلان کر دے کہ ہم تیل ڈالروں میں نہیں بیچیں گے تو ڈالر پاکستانی روپے سے بھی زیادہ ذلیل و رسوا ہو جائے گا

لیکن تعصب اور رنگ و نسل میں اُلجھے عرب اور اپنے ہی لوگوں سے خوفزدہ حکمران ایسا نہیں کر سکتے اسی لئے مغرب صرف ایک لفظ سے خوفزدہ ہے، اُمت مسلمہ کی وحدت سے، خلافت سے، یورپ اگر ایک کرنسی ایک آئین اور ایک پارلیمنٹ کے تحت متحد ہو سکتا ہے تو مسلم اُمہ کیوں نہیں۔ اگر ایسا ہو گیا۔ یہ خیال ہی یورپ کی نیند اڑانے کے لئے کافی ہے۔

غیبت اور اسکے نقصانات

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا ط أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ“

ترجمہ:- اے ایمان والوں! تم بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور سراغ مت لگایا کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے اس کو تم ناگوار سمجھتے ہو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایک ایسے بڑے گناہ سے منع فرمایا ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے دین اور دنیا دونوں تباہ مگر ابتلاء بھی اس میں عام ہے سبحان اللہ! ایسا عجیب انداز اور ترتیب اختیار فرمائی ہے کہ اس بڑے گناہ کی جڑ ہی کٹ گئی۔ پہلے بدگمانی سے بچنے کو فرمایا پھر سوال یہ پیدا ہوا کہ بدگمانی نہ کریں۔ دوسروں کے عیب کی تحقیق کر لیا کریں؟ منع فرمادیا کہ سراغ لگا کر دوسروں کے عیب کی تحقیق نہ کرو پھر یہ سوال پیدا ہو سکتا تھا کہ اچھا سراغ تو نہ لگائیں اگر بلا سراغ لگائے کسی کا عیب معلوم ہو جائے تو بیان کیا کریں؟

فرمادیا کہ دوسروں کا عیب معلوم ہو جانے پر بھی بیان نہ کیا کرو آگے حکم میں غفلت اور کوتاہی کرنے والوں کو زجر اور تنبیہ فرمادی کہ جب تم اپنے مردہ بھائی کے گوشت کو کھانا پسند نہیں کرتے تو بھلا غیبت کو کیسے پسند کرتے ہو کیونکہ غیبت بھی مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے۔

اور احادیث میں تو بکثرت ایسے واقعات ارشاد فرمائے گئے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی اس کا حقیقتاً گوشت کھایا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ دانتوں کا خلال کرو انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے تو آج گوشت چکھا بھی نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ فلاں شخص کا گوشت تمہارے دانتوں کو لگ رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس شخص کی غیبت کی تھی ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کا دو قبروں پر گزر ہوا تو ارشاد فرمایا ان دونوں کو عذاب قبر ہو رہا ہے ایک کو لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے دوسرے کو

پیشاب سے احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ سود کے ستر سے زیادہ درجے ہیں سب سے سہل اور ہلکا درجہ اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے اور بدترین سود مسلمان کی آبروریزی ہے حدیث پاک میں آتا ہے ”الغیبة اشد من الزنا“ (یعنی گناہ کے اعتبار سے) عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کس طرح غیبت زنا سے زیادہ سخت ہے آپ نے ارشاد فرمایا اس لئے کہ زنا کرنے والا جب توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں اور اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔

لیکن غیبت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں اور اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں لیکن غیبت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا جب تک کہ جس کی غیبت کی ہے وہ خود معاف نہ کر دے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیبت حقوق العباد ہے جب تک بندہ معاف نہ کرے اللہ تعالیٰ بھی نہیں معاف فرماتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ زنا کو ہر انسان بُرا اور گناہ سمجھتا ہے اس لئے توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے مگر آج کل غیبت کا حال تو یہ ہے کہ اس کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا پھر توبہ کیوں کرے گا وہ تو اچھا ہی سمجھ کر غیبت کرتا ہے۔

غیبت کا دُنیوی وبال

ایک خرابی عیب جوئی اور عیب گوئی میں یہ بھی ہے کہ جس کی برائی آپ بیان کر رہے ہیں۔ اس کو خبر ہونے کے بعد یہ دشوار ہے کہ وہ آپ کو بُرا نہ کہے۔ پھر اس کے جواب میں آپ اس کو بُرا نہ کہیں۔ ان عیب گوئیوں کا انجام یہ ہوتا ہے کہ آپس میں عداوت اور دشمنی قائم ہو جاتی ہے اور بعض اوقات یہ عداوت سالہا سال پشت در پشت چلتی رہتی ہے جس سے خاندان کے خاندان تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔

غیبت سننا بھی حرام ہے

حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے المستمع احد المعتابین یعنی غیبت سننے والا غیبت کرنے والا کی طرح ہے لہذا غیبت بلکہ کسی بھی مجلس فسق نہ بیٹھے اگر پہلے سے بیٹھا ہو اور غیبت وغیرہ ہونے لگے تو منع کر دیا اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو اس مجلس سے اُٹھ جائے۔

یہ ہے کہ اس کو غیبت بھی نہیں سمجھا جاتا اگر اپنے یا کسی کے دل میں کچھ کھٹکا بھی پیدا ہو تو اس پر اظہار واقعہ کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔

غیبت کسے کہتے ہیں

نبی کریم ﷺ سے کسی نے دریافت کیا کہ غیبت کیا چیز ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کسی کے پس پشت اسی بات کرنا جو اسے ناگوار ہو۔ سائل نے پوچھا کہ اگر اس میں واقعۃً وہ بات موجود ہو جو کہی گئی ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب ہی تو غیبت ہے اگر واقعۃً موجود نہ ہو تو بہتان ہے (اور بہتان کا گناہ غیبت سے بھی زیادہ ہے)۔

غیبت کے درجے

غیبت کے چار درجے ہیں ایک صورت میں غیبت انتہائی خطرناک ہے وہ یہ کہ غیبت کرنے والے کو کسی نے منع کیا اس پر اس نے کہا۔ یہ غیبت کہاں ہے؟ میں تو اس کا واقعی عیب بیان کر رہا ہوں (اوپر معلوم ہو چکا کہ واقعی عیب کا بیان کرنا ہی غیبت ہے)

تو گویا ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ معصیت کو جائز اور حلال سمجھ رہا ہے جس سے ایمان جانے کا خطرہ ہے اس میں عام ابتلاء ہے اللہ عز و جل پناہ میں رکھے غیبت کی دوسری صورت نفاق ہے وہ یہ کہ ایسے شخص کا نام لے کر غیبت کرتا ہے جس کو سننے والے جانتے ہیں اور اس غیبت کے باوجود اپنی ذات کو پرہیزگار سمجھتا ہے۔

تیسری قسم معصیت ہے وہ یہ ہے کہ جاننے والوں کے سامنے نام لے کر غیبت کرتا ہے اس میں بھی توبہ ضروری ہے چوتھی صورت جائز ہے وہ یہ کہ ایسے شخص کے عیوب کو بیان کیا جائے جو علی الاطلاق فسق و فجور کرتا ہے یا بدعت میں مبتلا ہے بلکہ جس سے دین برباد ہو جانے کا خطرہ اور اندیشہ ہو (جیسے بدعتی اور جھوٹے پیرو فقیر) ایسے لوگوں کے عیوب کو بیان کرنا واجب ہے۔

ایسے لوگوں کے عیوب بتانے والے کو اجر و ثواب بھی ملے گا اور معلوم ہوتے ہوئے اگر کسی نے دین اور دنیا کے ڈاکوؤں کی پردہ پوشی کی اور لوگوں کے سامنے ان کی بدکرداریاں ظاہر نہ کیں تو یہ شخص فریضہ تبلیغ کا تارک سمجھا جائے گا اور اس کے بتلانے سے جو لوگ بچ جاتے اور اب مبتلا ہو گئے تو ان ڈاکوؤں کے گناہ میں یہ شخص بھی برابر کا شریک ہوگا۔

معرفت کے سفر میں (ابتدائی حقائق)

بنت ثقیل

رہتی دنیا تک کا سفر جو میں نے شروع کیا ہے اس سفر کی منزل وہ ذات ہے جو دنیا کے وجود سے پہلے بھی تھی اور جو دنیا کے مٹ جانے کے بعد بھی رہے گی یہ معرفت کہ:- کیا ہے اللہ پاک؟
”رخصت فکر کے بعد ہی بھٹکا ہوں مجاز میں
حقیقت تو دور نہ میرے اپنے وجود میں تھی“

حقیقتِ انسانی کو سمجھنے کے لئے انسان کی پیدائش پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہے کیونکہ انسان کی پیدائش سے اندازہ ہوتا ہے حقارتِ انسانی اور انسانی ضعف کا کہ کیسے اللہ رب العزت نے انسان کو ایک گندے پانی کی بوند سے پیدا کیا اس میں جان ڈالی پھر عزت و شرف کے اس مرتبے پر پہنچا دیا جسے اشرف المخلوقات کہتے ہیں انسان کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے انسان کے وجود کا مقصد مدینہ نظر رکھنا ضروری ہے کہ آخر یہ شرف و عظمت انسان کو ہی کیوں دی گئی؟

اور وہ بھی ایسی عظمت کہ معصوم مخلوق فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دے دیا گیا اور جس نے سجدہ نہ کیا اسے شیطان بتلا دیا۔ اس حقیقت تک پہنچنے کا ایک ذریعہ تو قرآن ہے فرمان ہوا ”نہیں پیدا کیا انسان و جن کو مگر اپنی عبادت کے لئے“ (پارہ ۲۷: سورۃ لا ذاریت آیت: ۵۶)

کسی بھی چیز کی معرفت کا راز اسکی حقیقت کو پالے وہ معرفت مخفی ہوتا ہے اور جو اس حقیقت کو پالے وہ معرفت پا جاتا ہے اور پھر اس کا ثبوت آخرت ہے کہ اللہ اسی بشر کو جسے شرف کمال سے نوازا گیا تھا بد اعمالیوں کے سبب ذلیل و رسوا بھی کر یگاتا کہ وہ جان لے کہ اسکی اوقات کیا تھی۔

اس سے ایک بات سامنے یہ آتی ہے کہ ظالم کون ہے؟ کیا شرف و عظمت دینے والا ظالم ہے؟ یا اس عظمت کو ٹھکرانے والا ظالم ہے۔

معرفت کا حق تو یہ ہے کہ انسان پر کوئی بھی آفت و مصیبت آئے تو وہ سمجھ لے کہ اسکی حقیقت کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ آفت اس کا اپنا ہی کوئی عمل ہے جو اس کے سامنے مصیبت بن کر آ پہنچا ہے معرفت یہ

ہے کہ انسان جان جائے کہ اسکا مالک و رب ظالم نہیں ہے ظالم اس انسان سے ہی سرزد ہوا ہے اور اگر انسان بہانوں میں چلا گیا تو خود کو مبرہ کرنے کے چکر بنانے لگا تو سمجھ لو وہ مجاز میں بھٹک گیا دھوکے میں چلا گیا۔

دیکھا جائے تو دھوکا بہت خوبصورت و دلکش معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت اپنی جگہ قائم رہتی ہے اور اپنے ہونے کا احساس دلاتی ہے اس دھوکے کو سمجھنے کے لئے دنیا جیسے دھوکے کی مثال بہتر رہے گی جو دلکش و مرغوب ہے لیکن حقیقت اس کی دھوکا ہی ہے۔

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا دنیا قیامت کے دن ایسی بڑھیا کی شکل میں لائے جائے گی جس کے سر کے بال کھڑی ہو رہے ہوں گے جس کی آنکھیں نیلگوں ہوں گی جو دانت پھاڑ رہی ہوگی جو نہایت بد شکل ہوگی وہ مخلوقات کو جھانک کر دیکھے گی لوگوں سے دریافت کیا جائے گا۔

اسے جانتے ہو؟ لوگ جواب دے یں گے پناہ بخدا! جو ہم اسے جانیں انہیں بتلایا جائے گا کہ یہ وہ دنیا ہے جس کی خاطر تم باہم جھگڑتے تھے رشتوں کو توڑتے تھے ایک دوسرے پر جیتے تھے اور باہم بغض و نفرت رکھتے تھے اور دھوکے میں رہتے تھے پھر اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا وہ پکارے گی ”میرے رب! میرے پیرو اور میرے چیلے کہاں ہیں؟“ اللہ عز و جل حکم دیں گے کہ ”اسکے مریدوں اور چیلوں کو اسکے ساتھ ملا دو“ (رحمۃ اللہ الواسعہ: جلد ۱ صفحہ ۸۲)

کیوں نہ آپ کو شیطان کا ایک جدید ہتھیار بتایا جائے جو میں نے اس پر فتن دور میں محسوس کیا وہ یہ کہ آج ہمیں کئی ایسے گناہ ہیں جو گناہ نہیں لگتے۔

اور اس کی حقیقت بھی ایک دھوکا ہے جو شیطان ہمیں دیتا آیا ہے اور دے رہا ہے ہماری کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اور ہماری کمزوری یہ ہے کہ ہم معرفت سے دور ہو گئے اور اس راز کو جاننے کی کوشش چھوڑ دی۔ فکر چھوڑ دی۔ خود بے محنت چھوڑ دی۔

”دنیا کی روانگی تھی میں بھی روانہ رہا
ارد گرد جتنے موتی تھے سب گوا دیئے“

کائنات کی تخلیق کے سلسلہ میں فلسفہ قدیم اور سائنسی نظریات کی تردید اور اسلامی نظریہ تخلیق کا اثبات و احقاق

قسط 8

حذیفہ وستانوی

قبل المسیح پانچ سو سے ۲۰ ویں صدی تک کائنات کے بارے میں مشہور فلسفیات

وسائنسی نظریات کی نقل و تردید اور اسلامی نظریہ تخلیق کا قرآن و حدیث اور علماء

حق کے اقوال کی روشنی میں مدلل اثباتی بیان

قدرت کے نمونے

یعنی قرآن کریم کی حقانیت کے دوسرے دلائل و براہین تو بجائے خود رہے اب ہم ان منکروں کو خود ان کی جانوں میں اور ان کے چاروں طرف سارے عرب بلکہ ساری دنیا میں اپنی قدرت کے وہ نمونے دکھلائیں گے جن سے قرآن اور حامل قرآن کی صداقت بالکل روز روشن کی طرح آنکھوں سے نظر آنے لگے وہ نمونے کیا ہے؟

وہ ہی اسلام کی عظیم الشان اور محیر العقول فتوحات جو سلسلہ اسباب ظاہری کے بالکل برخلاف قرآن کی پیشن گوئیوں کے عین مطابق وقوع پذیر ہوئیں

چنانچہ معرکہ ”بدر“ میں کفار مکہ نے خود اپنی جانوں کے اندر اور ”فتح مکہ“ میں مرکز عرب کے اندر اور خلفائے راشدین کے عہد میں تمام جہان کے اندر یہ نمونے اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آیات سے عام نشانہائے قدرت مراد ہوں جو غور کرنے والوں کو اپنے وجود میں اور اپنے وجود سے باہر تمام دنیا کی چیزوں میں نظر آتے ہیں جن سے حق تعالیٰ کی وحدانیت و عظمت کا ثبوت ملتا ہے

اور قرآن کے بیانات کی تصدیق ہوتی ہے جبکہ وہ ان سنن الہیہ اور نوامیس فطری کے موافق ثابت ہوتے ہیں جو اس عالم تکوین میں کار فرما ہیں اس قسم کے تمام حقائق کو نبیہ اور آیات آفاقہ و انفسیہ کا انکشاف چوں کہ لوگوں کو دفعۃً نہیں ہوتا بلکہ وقتاً فوقتاً بتدریج ان کے چہرے سے پردہ اٹھتا رہتا ہے اس لئے ”سَنُرِيهِمْ فِي آيَاتِنَا“ سے تعبیر فرمایا۔

(تفسیر عثمانی)

امام بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ آیات فی الآفاق یہ ہیں (۱) آئندہ واقعات کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئیاں (۲) گزشتہ حوادث و مصائب کے نشانات (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء کا بلاد شرق و غرب پر معجزانہ تسلط اور آیات فی انفسہم سے مراد ہیں۔ (۱) وہ واقعات جو اہل مکہ کو خود پیش آئے (مثلاً بدر کی شکست اور مکہ کی فتح) (۲) انسان کی جسمانی ساخت صنعت الہیہ کی عجیب کار فرمائیاں اور کمال قدرت کی ندرت آگیں اعجوبہ زائیاں۔

(تفسیر مظہری۔ بحوالہ گلدستہ تفاسیر جلد ۶ ص ۳۲۵، ۳۲۶)

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ اللہ رب العزت پیشن گوئی کے طور پر کائنات کے اسرار و رموز پر سے اٹھنے والے پردوں کی نشان دہی کر چکے ہیں۔ اور اس کا ایک معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن خود مختلف اشیاء کائنات کی معلومات فراہم کرے گا اور بظاہر دونوں ہی معنی درست معلوم ہوتے ہیں۔

اس لئے کہ قرآن نے بھی کائنات کی بہت ساری چیزوں پر سے پردے اٹھائے ہیں اور جدید سائنس تحقیقات بھی دن بدن کائنات کے حیرت انگیز نظام کی معلومات فراہم کر رہی ہیں۔

مگر آگے چلنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین رہے کہ ذیل میں دی جا رہی سائنسی معلومات دلیل شاہد کے طور پر نہیں بلکہ معلومات برائے معلومات کیوں کہ سائنسی تحقیقات قطعی اور پائدار نہیں ہوتی اسلام کے کسی بھی عقیدہ کی بنیاد سائنسی معلومات پر نہیں رکھی جاسکتی۔

اس سلسلہ میں اصولی بات حضرت مولانا تھانویؒ نے یہ فرمائی ہے کہ:

اگلے علماء نے دین کو مقدم رکھ کر عقل سے اس کی مصلحتیں دریافت کی ہیں اور یہ لوگ (یعنی مسلمان جدت پسند طبقہ) عقل کو مقدم رکھ کر دین کو اس کے مطابق کرنا چاہتے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ سائنس کو قرآن میں داخل کرنا چند روز میں دین کو بالکل منہدم کرنا ہے۔

کیوں کہ سائنس کی تحقیقات بدلتی رہتی ہیں آج جو بالاتفاق تسلیم کی جاتی ہے وہ کل کو ایسی غلط ثابت ہوتی ہیں کہ اس پر وہ ہی لوگ ہنستے ہیں جن کی وہ تحقیق تھی۔ اگر آج قرآن کو بھی

اس کے مطابق کر لیا تو جس وقت اس کی غلطی ثابت ہوگی اس وقت قرآن کریم کا غلط ہونا بھی ثابت ہو جائے گا۔ پھر قسمت کو روئیو! لوگ ادھر ادھر کے مسائل کو قرآن شریف سے ثابت ہونے کو فخر سمجھتے ہیں۔

قرآن کا فخر یہ ہے کہ اس میں غیر دین نہیں ہے..... لوگ ان کو خشک مضامین کہتے ہیں۔ اور تر مضامین وہ ہیں جن میں ڈوب مرنا پڑے گا۔ آج کل کے حامیان اسلام نہیں ہیں ماحیان اسلام ہیں۔

فروعی مسائل اسلام کو عقل سے ثابت کرتے ہیں اور اس کی خبر نہیں کہ اس طرح جڑ اسلام کی کٹتی جاتی ہے۔ اس مرض میں ہمارے بھائی بند بھی یعنی مولوی لوگ بھی مبتلا ہیں۔

(ملفوظات حکیم الامت جلد ۲۰۔ حسن العزیز جلد ۲ ص ۱۸۶، ۱۸۷)

حکیم الامت مجدد ملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ملفوظ سے ایک بہت عمدہ اصول ہاتھ لگ گیا ہمیشہ اس اصول کو مسلمانوں کو اور خاص طور پر علماء کو مد نظر رکھنا چاہیے۔ ہم آگے جو کچھ بیان کر رہے ہیں۔

وہ صرف اس لئے کہ ان تحقیقات کے بعد سائنسداں بھی جواب تک کھینچ تان کر الحاد کو ثابت کر رہے تھے۔ ایک اللہ یہ کم از کم خالق اور رب کے وجود کی تصدیق پر مجبور ہیں۔ آسمان اور آسمانی متعلقات کی حیرت انگیز تخلیق اور بناوٹ:

آئن سٹائن کہتا ہے کہ فلکیات کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ دنیا کے تمام سمندروں کے کنارے ریت کے جتنے ذرے ہیں، شاید اسی قدر آسمان میں ستاروں کی تعداد ہے، ان میں کچھ ستارے ایسے ہیں، جو زمین سے کسی قدر بڑے ہیں،

مگر بیشتر ستارے اتنے بڑے ہیں کہ ان کے اندر لاکھوں زمینیں رکھی جاسکتی ہیں، اور بعض ستارے تو اس قدر بڑے ہیں کہ اربوں زمینیں ان کے اندر سما سکتی ہیں،

یہ کائنات اس قدر وسیع ہے کہ روشنی کی مانند ایک انتہائی ممکن حد تک تیز اڑنے والا ہوائی جہاز جس کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سکند ہو، وہ کائنات کے گرد گھومے تو اس

ہوائی جہاز کو کائنات کا پورا چکر لگانے میں تقریباً ایک ارب سال لگیں گے
پھر اتنی وسعت کے باوجود کائنات ٹھہری ہوئی نہیں ہے۔ بلکہ ہر لمحہ اپنے چاروں
طرف پھیل رہی ہے۔

آسمان گرد و غبار سے پاک ہو تو پانچ ہزار ستارے خالی آنکھ سے دیکھے جاسکتے ہیں، لیکن
معمولی دوربینوں کی مدد سے یہ تعداد بیس لاکھ سے زیادہ ہو جاتی ہے، اور وقت کی سب سے بڑی
دوربین میں جو ماؤنٹ پیلومر پر لگی ہوئی ہے، اس سے اربوں ستارے نظر آتے ہیں، مگر یہ تعداد
اصل کے مقابلے میں بہت کم ہے، کائنات ایک بے انتہا وسیع خلا ہے، جس میں لاکھوں ستارے
غیر معمولی رفتار سے مسلسل حرکت کر رہے ہیں، کچھ ستارے تنہا سفر کر رہے ہیں،

کوئی دو یا زیادہ ستاروں کے مجموعوں کی شکل میں ہیں اور بے شمار ستارے ایسے ہیں، جو
جامع النجوم کی صورت میں متحرک ہیں، روشن دان سے کمرے میں آنے والی روشنی کے اندر آپ
نے بے شمار ذرے ادھر ادھر دوڑتے ہوئے دیکھے ہوں گے

اسی کو اگر آپ بہت بڑے پیمانے پر قیاس کر سکیں تو کائنات کے اندر ستاروں کی گردش
کا آپ ہلکا اندازہ کر سکتے ہیں، اس فرق کے ساتھ کہ ذرے باہم ملے ہوئے حرکت کرتے ہیں،
اور ستارے تعداد کی اس کثرت کے باوجود بالکل یکہ و تنہا دوسرے ستاروں سے بے
اندازہ فاصلے پر سرگرم سفر ہیں، جیسے وسیع سمندروں میں چند جہاز جو ایک دوسرے سے اتنی دوری
پر چل رہے ہوں کہ انہیں ایک دوسرے کی خبر نہ ہو۔

یہ ساری کائنات ستاروں کے بے شمار جھرمٹوں کی صورت میں ہے، ہر جھرمٹ
کو کہکشاں کہتے ہیں، اور یہ سب کے سب مسلسل حرکت میں ہیں سب سے قریبی حرکت جس
سے ہم واقف ہیں،

وہ چاند ہے، چاند زمین سے دو لاکھ چالیس ہزار میل دور رہ کر اس گرد مسلسل اس طرح
گھوم رہا ہے کہ ہر ساڑھے انتیس دن میں زمین کے گرد اس کا ایک چکر پورا ہو جاتا ہے، اسی طرح
ہماری زمین جو سورج سے ساڑھے نو کروڑ میل دور ہے،

وہ اپنے محور میں ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گھومتی ہوئی سورج کے گردانیس کروڑ میل کا دائرہ بناتی ہے، جو ایک سال میں پورا ہوتا ہے،

اسی طرح زمین سمیت نو سیارے ہیں، اور وہ سب کے سب سورج کے گرد مسلسل ڈوڑ رہے ہیں، ان سیاروں میں بعید ترین سیارہ پلوٹو ہے جو ساڑھے سات ارب میل کے دائرہ میں چکر لگا رہا ہے،

یہ تمام سیارے اپنے سفر میں اس طرح مصروف ہیں کہ ان کے گرد اکتیس چاند بھی اپنے اپنے سیاروں کے گرد گھوم رہے ہیں، ان کے علاوہ تیس ہزار چھوٹے سیاروں (Asteroids) کا ایک حلقہ ہزاروں دم دار ستارے اور لاتعداد شہاب ثاقب ہیں جو اسی طرح گردش میں مصروف ہیں، ان سب کے بیچ میں وہ ستارہ ہے جس کو ہم سورج کہتے ہیں، اور جس کا قطر آٹھ لاکھ ۶۵ ہزار میل ہے، اور وہ زمین سے بارہ لاکھ گنا بڑا ہے۔

یہ سورج خود بھی رکا ہوا نہیں ہے بلکہ اپنے تمام سیاروں اور سیارچوں کو لئے ہوئے ایک عظیم کہکشانی نظام کے اندر چھ لاکھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گردش کر رہا ہے، اسی طرح ہزاروں حرکت کرتے ہوئے نظام ہیں جن سے مل کر ایک کہکشاں وجود میں آتی ہے،

کہکشاں گویا ایک بہت بڑی پلیٹ ہے، جس پر بے شمار ستارے منفرداً اور مجتمعاً لٹوؤں کی طرح مسلسل گھوم رہے ہیں، پھر یہ کہکشاں خود بھی حرکت کرتی ہیں، چنانچہ وہ قریبی کہکشاں جس میں ہمارا شمسی نظام واقع ہے، وہ اپنے محور پر اس طرح گردش کر رہی ہے کہ اس کا ایک دور بیس کروڑ سال میں پورا ہوتا ہے۔

علمائے فلکیات کے اندازے کے مطابق کائنات پانچ سو ملین، (ایک ملین برابر دس لاکھ) کہکشانوں پر مشتمل ہے، اور ہر کہکشاں میں ایک لاکھ ملین یا اس سے کم و بیش ستارے پائے جاتے ہیں، قریبی کہکشاں جس کے ایک حصے کو ہم رات کے وقت سفید دھاری کی شکل میں دیکھتے ہیں اس کا رقبہ ایک لاکھ سال نور ہے،

اور ہم زمین کے رہنے والے کہکشاں کے مرکز سے تیس ہزار نوری سال کے

بقدر دور ہیں پھر یہ کہکشاں ایک اور بڑی کہکشاں کا جزو ہے، جس میں اس طرح کی سترہ کہکشاں حرکت کر رہی ہیں اور پورے مجموعہ کا قطر بیس لاکھ سال نور ہے۔

ان تمام گردشوں کے ساتھ ایک اور حرکت جاری ہے، اور وہ یہ کہ ساری کائنات غبارے کی طرح چاروں طرف پھیل رہی ہے، ہمارا سورج ہیبت ناک تیزی کے ساتھ چکر کھاتا گھومتا ہوا بارہ میل فی سکنڈ کی رفتار سے اپنی کہکشاں کے بیرونی حاشیے کی طرف مسلسل بھاگ رہا ہے، اور اپنے ساتھ نظام شمسی کے تمام توابع کو بھی لئے جا رہا ہے،

اسی طرح تمام ستارے اپنی گردش کو قائم رکھتے ہوئے کسی نہ کسی طرف کو بھاگ رہے ہیں، کسی کے بھاگنے کی رفتار آٹھ میل فی سکنڈ ہے، کسی کی ۳۳ میل فی سکنڈ کسی کی ۸۴ میل فی سکنڈ اسی طرح تمام ستارے انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ دور بھاگنے کے چلے جا رہے ہیں۔

یہ ساری حرکت حیرت انگیز طور پر نہایت تنظیم اور باقاعدگی کے ساتھ ہو رہی ہے، نہ ان میں باہم کوئی ٹکراؤ ہوتا اور نہ رفتار میں کوئی فرق پڑتا، زمین کی حرکت سورج کے گرد ہر درجہ منضبط ہے، اسی طرح اپنے محور کے اوپر اس کی گردش اتنی صحیح ہے کہ صدیوں کے اندر بھی اس میں ایک سکنڈ کا فرق نہیں آنے پاتا،

زمین کا سیارہ جس کو چاند کہتے ہیں، اس کی گردش بھی پوری طرح مقرر ہے، اس میں جو تھوڑا سا فرق ہوتا ہے، وہ بھی ساڑھے اٹھارہ سال کے بعد نہایت صحت کے ساتھ دہرایا جاتا ہے، یہی تمام اجرام سماوی کا حال ہے

حتیٰ کہ ماہرین فلکیات کے اندازے کے مطابق اکثر خلائی گردش کے دوران ایک پورا کہکشانی نظام، جواربوں متحرک ستاروں پر مشتمل ہوتا ہے، دوسرے کہکشانی نظام میں حرکت کرتا ہوا داخل ہوتا ہے اور پھر اس سے نکل جاتا ہے، مگر باہم کسی قسم کا ٹکراؤ پیدا نہیں ہوتا..... اس عظیم اور حیرت انگیز تنظیم کو دیکھ کر عقل کو اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ اپنے آپ نہیں قائم ہے، بلکہ کوئی غیر معمولی طاقت ہے جس نے اس اتھاہ نظام کو قائم رکھا ہے۔

(مستفاد از: الاسلام یتحدی)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے واقعات

یہ میرے نانا کا منبر ہے!

حضرت عبدالرحمن بن اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ”حضرت ابوبکرؓ ایک دن حضور ﷺ کے منبر پر تھے کہ اتنے میں حضرت حسنؓ آئے (یہ بھی کم عمر بچے تھے) انہوں نے کہا، ”آپ میرے نانا ابا کے منبر سے نیچے اتر آئیں“ حضرت ابوبکرؓ نے کہا، ”تم ٹھیک کہہ رہے ہو یہ تمہارے نانا ابا کے بیٹھنے کی جگہ ہے“ اور حضرت ابوبکرؓ نے انہیں اپنی گود میں بٹھالیا اور رو پڑے۔ حضرت علیؓ نے کہا، ”اللہ کی قسم! یہ بچہ میرے کہنے کی وجہ سے نہیں کہہ رہا۔ (بلکہ یہ اپنی طرف سے کہہ رہا ہے) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، ”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں، اللہ کی قسم! مجھے آپ پر کوئی شبہ نہیں۔“

حضرت حسنؓ کی فراست و دانائی

حضرت ابوالغریف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ”ہم لوگ حضرت حسن بن علیؓ کے مقدمہ الحبیش میں بارہ ہزار آدمی تھے اہل شام سے جنگ کرنے کا جذبہ اتنا زیادہ تھا کہ لگتا تھا کہ ہماری تلواروں سے خون ٹپکنے لگ جائے گا (یا غصہ کی وجہ سے ہماری تلواں گر جائیں گی)

ہمارے لشکر کے امیر ابوالعمرؓ تھے۔ جب ہمیں یہ خبر ملی کہ حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان صلح ہو گئی ہے تو غصہ کی وجہ سے ہماری کمر ٹوٹ گئی۔ جب حضرت حسن بن علیؓ گوفہ آئے تو ابو عامر سفیان بن لیل نامی آدمی نے کھڑے ہو کر ان سے کہا ”السلام علیک اے مسلمانوں کو ذلیل کرنے والے!“

”حضرت حسنؓ نے فرمایا، ”اے ابو عامر! یہ نہ کہو کیونکہ میں نے مسلمانوں کو ذلیل نہیں کیا بلکہ میں طلب ملک وجہ سے مسلمانوں کو قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔“

حضرت حسن کا زہد و استغناء

حضرت جبیر بن نفیر فرماتے ہیں ”میں نے حضرت حسن بن علیؑ سے کہا کہ ”لوگ کہتے ہیں کہ آپ خلیفہ بننا چاہتے ہیں“ حضرت حسنؑ نے فرمایا، ”عرب کے بڑے بڑے سردار میرے ہاتھوں میں تھے جس سے میں جنگ کرتا تھا وہ اس سے جنگ کرتے تھے اور میں اس سے صلح کرتا تھا وہ اس سے صلح کرتے تھے لیکن میں نے خلافت کو چھوڑ دیا تاکہ اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں اور حضرت محمد ﷺ کی امت کے خون کی حفاظت ہو جائے، تو کیا میں اہل حجاز کے کمزور لوگوں کے ذریعہ خلافت کو زبردستی چھیننے کا اب ارادہ کر سکتا ہوں (جب میرے ساتھ بڑے اور طاقتور لوگ تھے تو میں خلافت سے دستبردار ہو گیا اب تو میرے ساتھ کمزور لوگ ہیں اب خلافت لینے کا ارادہ کیسے کر سکتا ہوں)۔“

(رواہ الحاکم، ج: ۳، ص: ۱۷۰، حیاة الصحابہ، ج: ۲، ص: ۵۱۵)

اے میرے سردار! وعلیکم السلام

حضرت مقبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اتنے میں حضرت حسن بن علیؑ وہاں سے گزرے، انہوں نے سلام کیا اور لوگوں نے سلام کا جواب دیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ ہمارے ساتھ تھے لیکن انہیں حضرت حسنؑ کے گزرنے اور سلام کرنے کا پتہ نہیں چلا۔ کسی نے ان سے کہا، یہ اسلام حضرت حسن بن علیؑ نے کیا تھا۔ وہ فوراً پیچھے گئے اور ان سے کہا: اے میرے سردار! وعلیک السلام کسی نے پوچھا ”آپ انہیں میرے سردار کہہ رہے تھے“ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا، ”میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ سردار ہیں۔“

ماہنامہ ملیہ کیلئے مضامین بھیجنے والے حضرات متوجہ ہوں!

رسالہ کے صفحات آپ کی نگارشات کیلئے حاضر ہیں

برائے مہربانی اپنے مضامین ان پیج (INPAGE) میں ٹائپ کروا کر ہماری ای

میل milliafsd@yahoo.com پر اس ان پیج فائل کو Attach کر کے بھیجوائیں۔

اس سے اغلاط کا امکان کم ہو جاتا ہے، اور سریع الاشاعت ہے۔

مسلمانوں! ہوشیار رہو، اپنا ایمان بچاؤ

کچھ عرصہ سے معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں میں کچھ نا سمجھ افراد یورپی ممالک میں جا کر سیاسی پناہ حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو قادیانی ظاہر کر کے وہاں کے محکموں میں بیان حلفی داخل کراتے ہیں۔ اس کے پیچھے قادیانی لابی متحرک ہے۔ اس پر ہمیں کئی دفع لوگوں نے سوالات بھیجے ہیں

(۱) کیا ایسا شخص مسلمان رہ جاتا ہے؟

(۲) کیا ایسے شخص کے ساتھ کسی مسلمان لڑکی کا نکاح کیا جاسکتا ہے؟

(۳) اگر ایسا شخص پہلے سے شادی شدہ ہے تو کیا اس کی بیوی اس کے نکاح میں رہی یا نہیں، وہ

اب کیا کرے؟

(۴) کیا ایسے شخص کی توبہ قبول ہو سکتی ہے، اگر ہو سکتی ہے تو اس کی کیا شکل ہے؟

جواب

(۱) امت مسلمہ اور پاکستان اسمبلی کے متفقہ فیصلے کے مطابق قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں۔ ان پر وہی احکام لاگو ہوتے ہیں جو کہ دوسرے تمام غیر مسلم لوگوں پر ہوتے ہیں۔ لہذا اگر کوئی شخص جناب محمد ﷺ کی ختم نبوت کا اقرار کرتے ہوئے بھی اپنے آپ کو غیر کے سامنے قادیانی ظاہر کرتا ہے تو ایک طرح سے علی الاعلان وہ عقیدہ ختم نبوت کا منکر ہے، وہ شخص نہ صرف دائرہ اسلام سے خارج ہے بلکہ مرتد بھی ہے۔

(۲) کسی بھی غیر مسلم اور خصوصاً مرتد کے ساتھ مسلمان عورت کا نکاح جائز نہیں۔

(۳) اگر کوئی شخص شادی کے بعد قادیانی ہو گیا تو اس کی بیوی کا نکاح بروئے شریعت باقی نہیں

رہا۔ وہ عورت اس مرتد سے طلاق لیے بغیر عدت پوری کر کے دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔

(۴) ایسے شخص کی توبہ عام طریقہ سے قبول نہیں۔ اس کی توبہ صرف اس شکل میں قبول ہو سکتی

ہے کہ وہ اسی محکمہ میں جائے جس میں اس نے پہلے اپنے آپ کو قادیانی بنا کر پیش کیا تھا۔ یہ کہے کہ میں نے آپ کے محکمے سے یہ جھوٹ بولا تھا کہ میں قادیانی ہوں۔ اب میں وضاحت کرتا ہوں کہ میں قادیانی نہیں ہوں۔ اس کے بعد وہ توبہ کرے۔ اس کے بغیر توبہ قبول نہیں۔ کیونکہ قادیانی ہر سال اسی قسم کے محکموں سے لوگوں کے قادیانی ہونے کی تصدیق کروا کر دنیا کو دھوکہ دینے کے لیے اپنی رپورٹ شائع کرتے ہیں کہ دیکھو اس سال اتنے لوگ قادیانی ہو گئے ہیں۔

منجانب۔ ابن انیس حبیب الرحمن لدھیانوی، فیصل آباد
مولانا حاجی اکرم شاد، نیویارک (امریکہ)

MONTHLY
MAGAZINE

Millia

JAMIA MILLIA ISLAMIA

FAISALABAD
PAKISTAN

Reg:M # FD-16

MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569
E-mail: milliafsd@yahoo.com Fax # 041-8502213

داخلی
جاری ہے

اپنے بچوں کا مستقبل سنوارنے کے لئے آپ کا بہترین انتخاب

خوشخبری

الانیس

سلامت گرامر سکول

AL ANEES



انگلش میڈیم

کلاسز

پلے نرسری تا میٹرک
ناظرہ لازمی، حفظ القرآن اختیاری
کمپیوٹر لیب
جدید لیبارٹری
جدید لائبریری

مستحق طلباء کیلئے وظائف!

نمایاں خصوصیات

بہترین اعلیٰ کوالیفائیڈ مہارت یافتہ اساتذہ

روزمرہ کی مسنون دعائیں
انفرادی توجہ اور والدین سے مسلسل رابطہ
جدید تقاضوں سے ہم آہنگ طرز تدریس
صاف ستھرا کشادہ ماحول
مارپیٹ سے پاک ترقیبی ماحول
ایئر کنڈیشنڈ کلاس رومز
ٹرانسپورٹ کا معقول انتظام

آکسفورڈ انگلش سسٹم کے ساتھ
پلے اور نرسری کی کلاسز کا منفرد انتظام
دینی شعرا اور اقدار کے مطابق تربیت
ہفتہ وار، ماہانہ پراجیکٹس رپورٹ
انگلش بول چال کا ماحول
بہترین قراء اکرام کی زیر نگرانی حفظ قرآن کریم کا اہتمام
حفظ کے بعد پڑھائی کے ساتھ سکول میں دہرائی کا انتظام

سٹریٹ نمبر 8 نزد جامع مسجد حبیبیہ حنفیہ کینال روڈ فاروق آباد فیصل آباد

Just for Contact 041-8534987



www.milliafsd.com